اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

راہِ طریقت



مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

مؤلف

سمیع اللہ نوری طیبی نقشبندی

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲ دربار مارکیٹ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

صلى الله على حبيبه محمد وآله وسلم

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

پارہ ۱۱، ع ۴

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

راہِ طریقت

از

سمیع اللہ نوری طیبی نقشبندی

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

کرمانوالہ بک شاپ

دوکان نمبر ۲، دربار مارکیٹ لاہور

042-7249515/0300-4306876

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری

حضرت سید میر طیب علی شاہ بخاری

حضرت سید محمد علی شاہ بخاری

حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری

حضرت سید غضنفر علی شاہ بخاری

صمصام علی شاہ بخاری

میر طیب علی شاہ بخاری



الحاج صوفی برکت علی

پیر الحاج انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی

سمیع اللہ برکت

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

قیمت 50 روپے

اشاعت 27-02-2006

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَسَلَّم

انتساب

اعلیٰ حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری

حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے منظورِ نظر پوتے، جانشین اور

بابا جی پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نورِ نظر اور لختِ جگر

قبلہ پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری

سجادہ نشین دربارِ عالیہ حضرت کرماں والہ شریف کے نام

جن کی ہر گھڑی، ہر لمحہ فروغِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف ہے

سگِ درِ حضرت کرماں والہ شریف

محمد سمیع اللہ نوری طیّبی

دیباچہ ایڈیشن (اوّل)

آج ہر طرف بے راہ روی، بے حیائی، بدعقیدگی اور انتشار پھیلا ہوا ہے، باعمل قیادت کا فقدان ہے، روحانی پیشوا ذاتی اور گروہی مفادات میں الجھے ہوئے ہیں۔

وہ لٹی لٹی مساجد ، وہ تباہ خانقاہیں
جو شب و روز تک رہی ہیں میرے غازیوں کی راہیں
جہاں گردنیں کٹی ہیں ، جہاں عصمتیں لٹی ہیں
کسی میر کارواں کو تک رہی ہیں نگاہیں

ہر شخص کی نگاہیں کسی راہبر و راہنما اور پیشوا کی منتظر ہیں۔ صد ہزار شکر کہ حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین، منظورِ نظر پوتے، قبلہ پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری سجادہ نشین حضرت کرماں والہ شریف نے بدعقیدگی کے خاتمے اور فروغ محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گھر گھر ماہانہ ''محافل میلاد'' جگہ جگہ ''مراکز میلاد'' اور مریدین و متوسلین کی تربیت، ہدایت، راہنمائی اور اصلاح کردار کے لیے دربار شریف پر ''تربیتی نشست'' کا آغاز کیا ہے، جس کا اہم مقصد اصلاح کردار اور تبلیغِ دین کے لیے منظّم جدوجہد کرنا ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ایسا مرشد کامل مل گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس مرکز رشد و ہدایت اور منبع ''انوار و تجلیات'' آستانہ عالیہ حضرت کرماں والہ شریف کو تا قیامت قائم و دائم رکھے اور مردہ دلوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے زندہ کر کے نئی زندگی اور حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کرم سے مزید فیض یاب کرتا رہے۔ زیر نظر کتاب، حضرت کرماں والہ شریف پر راہ سلوک و طریقت کے لیے حاضر ہونے والے طلبگار مریدین اور وابستگان کی رہنمائی

کے لیے ترتیب دی گئی ہے۔ تمام بیلیوں سے گذارش ہے کہ اپنے پیرومرشد کے ارشادات و ہدایات پر مکمل عمل کریں، روزمرہ زندگی میں شریعت وطریقت پرعمل پیرا ہوں، دربارِ عالیہ پر حاضری کولازم جانیں تو تصورِشیخ سے دین ودنیا کے تمام کام آسان ہوجائیں گے، اللہ کریم آپ کو دینی کاموں میں استقامت عطافرما کر دنیوی امور میں کامیاب وکامران فرمائے۔ (والسلام الیٰ یوم القیام)

سراسر غفلت کا تودہ

محمد سمیع اللہ نوری ﴿خادم حضرت کرماں والہ شریف﴾

دیباچہ ایڈیشن (دوم)

انسان کی تربیت کے دو بنیادی ذرائع ہیں، گھر اور مدرسہ ۔ تربیتی نظام کی ابتداء گھر سے ہوتی ہے اوراس کی تکمیل میں مدرسہ اہم کردارادا کرتا ہے لیکن عصر حاضر میں مسلمانوں کی نسل نوء اسلامی تعلیمات سے دور، بدعملی اور معصیت کشی کی راہ چل رہی ہے۔ یقیناً اس کی افسوسناک وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں درسگاہوں کوصہیونی اوراسلام دشمن طاقتوں نے ایسی نسل پیدا کرنے سے روک دیا ہے جومضبوط، باعمل اور روشن کردار کی حامل ہولیکن ''خانقاہی نظام'' آج بھی ایسی درسگاہ ہے، جہاں سے ہدایت کا نور،معرفت کی کرن،علم کی روشنی،روح کی آسودگی،سکون ِ قلب،اور''صراط مستقیم'' کا نشان ملتا ہے۔آج کے اس دورِ پرفتن میں صرف ''خانقاہی نظام'' ہی روحانی تعلیم وتربیت کا سرچشمہ سمجھا جاسکتا ہے۔لہذا نسل نوء اور متلاشیان علم وروحانیت کواولیاء اللہ سے محبت وعقیدت کا درس دیجئے، تاکہ تابناک مستقبل ہماری قسمت بن جائے۔ کیونکہ یہ سنی سنائی بات نہیں، بلکہ اِس فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ میرے والدِ گرامی نے ہمیں جہاں حدیثِ پاک کے عین مطابق سادات سے محبت کی تعلیم دی، وہاں اپنے شیخ ِ طریقت سے دلی لگاؤ اورعقیدت کا درس بھی دیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہم حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درِاقدس اور حضور باباجی سید میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی (اللہ کریم تادیر آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے،آمین) کے دامن شفقت میں روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد''صراطِ مستقیم'' پرگامزن ہیں۔اللہ رب العزت اِس ناچیز کی سعی کوقبول ومنظور فرمائے۔آمین بجاہ نبی المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ثناءاللہ طیّبی مجددی نقشبندی

ایڈیٹر ماہنامہ ''مجلّہ حضرت کرماں والا شریف''

سلسلۂ بیعت اور شیخِ طریقت کی ضرورت واہمیت

بیعت کے معنی ہیں کہ ''خود کو بیچ دینا'' یا ''بِک جانا''۔ اور بیعت سے مراد ہے کہ کسی ولی کامل، نیک بزرگ یا مردِ حق کی صحبت اختیار کرنا، گناہوں سے توبہ کرنا اور شریعتِ مطہرہ پر پابندی کرنے کا عہد کرنا۔ بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ حضور سرکارِ مدینہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر ۱۴۰۰ اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے درخت کے نیچے بیعت لی، جسے ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے، اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''بے شک جو لوگ آپ (ﷺ) کی بیعت کرتے ہیں، وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے۔(سورۃ فتح)'' چونکہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نائب وخلیفہ ہیں، اس لیے معلوم ہوا کہ خلیفہ یا نائب سے بیعت، اصل سے بیعت ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام سے مختلف معاملات پر بیعت لیا کرتے تھے، جن میں کبھی جہاد پر، کبھی ترک معیصت پر اور کبھی ارکانِ اسلام پر قائم رہنے پر۔ زیرنظر سطور میں قرآن کریم، احادیث اور بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں بیعت کی وضاحت کی گئی ہے۔

قرآنِ کریم کی روشنی میں:

قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ '' یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا للّٰہ وَ ابْتَغُوْ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ''

﴿سورۃ مائدہ، آیت ۳۵﴾

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

اس آیت کریمہ میں وسیلہ سے مراد ایمان نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہاں خطاب ایمان والوں سے ہے اور عمل صالحہ بھی نہیں ہوسکتا کہ تقویٰ میں اعمال صالحہ بھی شامل ہیں، لہذا یہاں ''وسیلہ'' سے مراد کسی شیخ طریقت کی پیروی یا بیعت ہی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی بات القول الجمیل میں بیان فرمائی ہے۔

☆۔ '' یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰه وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ''

﴿پارہ ۱۱، ع۔۴﴾

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

☆۔ ''فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O'' ﴿الانبیاء : ۷﴾

ترجمہ:۔ اہلِ علم سے پوچھو، اگر تم نہیں جانتے۔

☆۔ '' وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَلَه وَلِیًّا مُّرْشِدًا O'' ﴿الکھف:۱۷﴾

ترجمہ:۔ اور جسے وہ (اللہ) گمراہ کر دے، اس کے لیے تم نہ کوئی ولی پاؤ گے نہ مرشد۔

اور سورۃ لقمان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

'' وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ '' ﴿سورۃ لقمٰن:۱۵﴾،

یعنی اُن کے طریقہ کی اتباع کرو جو میری طرف رجوع کریں۔

درج بالا آیاتِ کریمہ سے علمائے کرام نے استدلال کیا ہے کہ بیعت اور مرشدِ کامل سے وابستگی نہایت ضروری ہے۔

ضرورت شیخ اور بیعت کی اہمیت پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت شیخ کو محسوس کیا اور ہر زمانے میں کسی نہ کسی نبی یا ہادی یا رسول کو مبعوث فرمایا۔ کوئی زمانہ کوئی بھی ایسا

نظر نہیں آتا جہاں کوئی ہادی مقرر نہیں کیا گیا حتیٰ کہ نبوت ختم ہونے کے بعد بھی ایسے ہادی آتے رہے ہیں۔ لیکن اسلام دشمن کوششوں کے باعث ایک جماعت یہ کہنے لگی ہے کہ ہمارے لیے قرآن اور سنت ہی ہدایت کے لیے کافی ہیں۔ دراصل ان کا یہ انکار قرآنی آیات اور احادیث کا انکار ہے اور اس انکار کی سزا ان کو یہ ملی کہ وہ اُس روحانی ہدایت سے محروم ہو گئے۔

احادیث کی روشنی میں:

☆ حدیث قدسی شریف ہے کہ جس میں واضح طور پر فرمان مولا کریم ہے: ''لا یشقٰی جلیسھم'' یعنی ان کی مجلس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہو سکتا۔ (مشکوٰۃ شریف)

☆ احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مختلف مقاصد کے لیے بیعت لی ہے۔ مشکوۃ کی ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ''میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں۔ تم جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔'' صحابہ کرام نے اپنے زمانے میں بیعتِ خلافت کے علاوہ بھی بیعت لی ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے جاری کرنے کا عمل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا۔ جب کہ دوسرے سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شروع ہوئے۔ ثابت ہوا کہ سلسلہ بیعت کو قائم کرنا اور جاری رکھنا صحابہ کرام کا فعل ہے۔ اور ان کے طریقے کو جاری کرنا اور بیعت کرنا افعال ہدایت میں شامل ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مکتوبات شریف میں فرمایا ہے۔ دیکھیں مکتوب نمبر ۱۲۳ دفتر سوم حصہ دوم۔

☆ جامع سبیل اور کنوز الحقائق میں حدیث دی گئی ہے کہ مکان بنانے سے پہلے پڑوسی کی تحقیق کر لو۔ سفر سے پہلے ساتھی کی اور کوچ سے پہلے زادِ راہ کی۔

☆ سر دلبراں میں حدیث نقل کی گئی ہے میری امت میں ہر صدی کے خاتمے پر اللہ تعالیٰ ایسا مجدد بھیجے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا۔ اس سے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مراد

ہیں۔آپ نے جو کچھ اس کے اثبات میں کہا ہے وہ مکتوبات میں موجود ہے۔

☆ کنوز الحقائق میں حدیث ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔اگر تمام علماء کو انبیاء کے وارث تصور کر لیا جائے تو سکھ، عیسائی اور یہودی مذہب میں بھی علماء ہوتے ہیں۔لہٰذا یہاں علماء سے مراد باعمل مسلمان علماء اور مشائخ کے علاوہ کوئی اور مذکور نہیں ہو سکتا۔

☆ حضرت سہیل بن عبداللہ طشتری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''معارف المریدین'' میں ایک حدیث لکھی ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔

اس حدیث کو شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عوارف المعارف میں حضرت سلطان باہو نے عین الفقر اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے فتوح الغیوب میں بھی نقل کیا ہے۔

☆ جامع صغیر اور کنوز الحقائق میں حدیث شریف ہے ''شیخ اپنی بستی میں ایسے ہوتا ہے جیسے کسی قوم میں کوئی نبی''۔

☆ مستدرک کی حدیث ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا۔یہاں ''سوار ہونے'' سے مراد بیعت کرنا ہے۔

☆ مسلم اور احمد کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور تمہارے اعمال پر نگاہ رکھتا ہے۔مولانا روم فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ دلوں کی اصلاح ضروری ہے۔چنانچہ دلوں کی اصلاح کرنے والے مرشد کی بیعت کرنا بھی ضروری ہوا۔

☆ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والا شقی نہیں ہو سکتا۔اس میں مشائخ کرام سے فیض حاصل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

☆ امداد السلوک میں ایک حدیث منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

شریعت میرے اقوال کا نام ہے۔طریقت میرے اعمال کا اور حقیقت میری باطنی کیفیت کا اور معرفت میرا راز ہے۔اس حدیث میں طریقت کا ذکر آیا ہے۔

☆ایک حدیث شریف میں ہے کہ میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت۔ایک اور حدیث میں اہل بیعت کا ذکر ہے۔اور فرمایا کہ اہل بیت وہ کشتی ہے جس پر سوار ہو کر تم گمراہ نہیں ہو سکتے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل بیت کی سنگت اختیار کرو جس سے بیعت ہی مراد ہے۔

اولیائے متقدمین کے اقوال کی روشنی میں:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''اولیاءاللہ'' کی محبت کے فیوض و برکات کے متعلق اپنے مکتوب شریف 290 میں فرماتے ہیں کہ''ان بزرگوں کی نگاہ دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور ان کی محبت غیر پسندیدہ عادات کو بالکل دور کر دیتی ہے۔''

نیز فرماتے ہیں کہ:

''فقراء کے آستانوں کی خاکروبی ، دولت مندوں کے ہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔آج اگر یہ بات آپ کو معقول معلوم ہو یا نہ ہو، آخر کار معقول معلوم ہو جائے گی۔مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔'' (مکتوباتِ امام ربانی (علیہ الرحمہ)،مکتوب نمبر۱۳۲)

اگر کوئی شیخ کامل کے بغیر لاکھ تسبیح پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں ہوگا حالانکہ ذکر الٰہی میں یہ صفت ہونی چاہیے کہ وہ خود کافی ہو جایا کرے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پیر کامل قرب خداوندی کے آسمان کی سیڑھی ہے۔وسیلہ شیخ کیوں ضروری ہے؟ اسکی مثال یہ ہے کہ کاٹ جب بھی کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے وہ کسی کے ہاتھ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کر سکتی۔اور کوئی بغیر استاد کے کتاب نہیں پڑھ سکتا اور نہ ہی بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھ سکتا ہے اور نہ ہی باپ کے

بغیر اولاد ہو سکتی ہے، تیر خود بخود نہیں اڑتا بلکہ اسے کمان میں رکھ کر پھینکا جاتا ہے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے کہ کوئی لوہا خود بخود تیر یا خنجر نہیں بن سکتا جب تک کسی لوہار کے ہاتھوں نہیں چڑھتا اور کوئی حلوائی از خود اپنے کام میں استاد نہیں بن سکتا جب تک کسی شکر ریز کی شاگردی نہیں کرتا۔ یہی معنی درج ذیل اشعار میں پائے جاتے ہیں۔

ہیچ کس از نزد خود چیزے نہ شد
ہیچ آہن خنجر تیزے نہ شد
ہیچ حلوائی نہ شد استاد کار
تا کہ شاگردے شکر ریزے نہ شد

ضرورت شیخ کے لیے دوسری اہم دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے آئے ہیں کہ ماضی میں کسی ایسے بزرگ کا نام نہیں ملتا جو کسی بزرگ کی بیعت کئے بغیر بزرگی کے رتبے پر پہنچ گیا ہو۔ جس قدر بزرگ اب تک ہوئے ہیں ہر ایک نے کسی نہ کسی کی بیعت ضرور اختیار کی ہے۔

☆ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تک نہیں پہنچ سکا تو اس لیے کہ وہ اس رستہ پر چلا ہی نہیں۔ وہ اس راہ پر اس لیے نہ چل سکا کہ اس نے اس راہ کی تلاش ہی نہ کی۔ تلاش اس لیے نہ کی کہ اس کو اس راہ کی پہچان نہ ہو سکی۔ اور اس سے راہ کی پہچان اس لیے نہ ہوئی کہ اس کا ایمان مکمل نہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ایمان اس لیے مکمل نہ ہوا کہ وہ مردِ راہ دان کی راہبری سے محروم رہا۔

☆ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ عادت الٰہی اس بات پر جاری ہے کہ اس دنیا میں ایک پیر اور ایک مرید ہو ایک مقتداء اور دوسرا مصاحب ہو۔ ایک پیشوا اور دوسرا پیروکار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو استاد بنایا اور فرشتوں کو ان کے تابع بنایا

۔دنیا میں انبیاء کو ارسال فرمایا اور کچھ لوگوں کو ان کا جانشین یا حواری بنایا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ کے جانشین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔مرشد اللہ اور بندے کے درمیان واسطہ یا برزخ ہے۔(غنیۃ الطالبین)

☆حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر کامل کی صحبت کے بغیر کوئی شخص صوفی اور عارف باللہ نہیں بن سکتا۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام مالک کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فقہ کا علم حاصل کیئے بغیر تصوف حاصل کرنے والا زندیق ہوتا ہے اور تصوف کے بغیر فقہ کا علم حاصل کرنے والا فاسق ہوتا ہے۔

☆حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ توحید و رسالت ،عقائد، زہد و تقوی، مکاشفات اور ذکر و اذکار وغیرہ کی درستگی کے لیے شیخ کا ہونا ضروری ہے۔اور سلوک کا طے کرنا ایک شیخ کے بغیر ممکن نہیں۔فرماتے ہیں کہ خواہ کتنا ہی زاہد اور عابد کیوں نہ ہو۔وہ شیطان کے پھندوں سے نہیں بچ سکتا۔یہ علم سلسلہ وار بزرگوں سے چلا آ رہا ہے۔فرماتے ہیں کہ کسی شیخ سے ذکر کا سیکھنا نہائیت ضروری ہے۔کیونکہ یہ طریقہ سلسلے کے بزرگوں سے چلا آ رہا ہے اور اس تعلیم کی ابتدا رسول کریم ﷺ سے ہوئی۔شیخ نائب رسول ﷺ ہوتا ہے اور مریدین کی جماعت کو راہ حق دکھاتا ہے۔آپ نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا شیطان پیر ہوتا ہے۔

☆حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پیر کے بغیر روحانیت ممکن نہیں۔آپ نے فرمایا کہ پیر کی محبت سے خدا اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نصیب ہوتی ہے ۔مرید کو چاہیئے کہ خود کو پیر میں محو کر دے۔تاکہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے مظہر کو دیکھ سکے۔آپ نے فرمایا کہ حضرت معین الدین چشتی ایک قبرستان سے

گزر رہے تھے تو آپ نے مشاہدہ کیا کہ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح وہاں پہنچ گئی اور فرشتوں کو عذاب دینے سے منع کیا۔ فرشتوں نے کہا کہ آپ کے مرید کو اس لیے عذاب دیا جا رہا کہ اس کے اعمال آپ کی ہدایت کے مطابق نہ تھے۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن اس شخص نے اپنا ہاتھ اس فقیر کے ہاتھ میں دیا ہوا ہے۔ یہ سن کر فرشتے چلے گئے اور ایک ندا آئی کہ اس شخص کو اس کے پیر کے طفیل بخش دیا گیا ہے۔ قران مجید میں بزرگوں کی خاطر ان کے عزیزوں کو بخش دینے کا ذکر سورۃ الرعد کی آیت ۲۳ میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ احادیث اس بات پر ناطق ہیں کہ رسول اللہ کی امت سے ستر ہزار ایسے لوگ ہوں گے جن میں سے ہر ایک ستر ہزار ان لوگوں کو بخشوا لے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

☆ شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے ''الٰہی تو نے اپنے دوستوں کو کیا مرتبہ عطا کر دیا ہے۔ کہ جس نے ان کو پہچان لیا اس نے تجھے پہچان لیا۔ اور جس کو تیری شناخت نصیب نہ ہوئی وہ ان کی شناخت سے بھی محروم رہا''۔ آپ کی اس بات سے معلوم ہوا کہ جو اولیاء کو پہچان سکتا ہے بشرطیکہ کچھ خدا شناسی کا تجربہ اس کو پہلے سے حاصل ہو۔ یعنی جو خدا شناس نہیں وہی بزرگوں کا منکر ہوتا ہے۔

☆ حضرت عبدلوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف ''انور قدسیہ'' میں بیعت کو واجب قرار دیا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ جب باطنی نجاستوں کا دور کرنا واجب ہے تو ان نجاستوں کے دور کرنے کا طریقہ (یعنی طریقت) کا سیکھنا واجب ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی خود بخود اپنی اصلاح کرنے لگے تو اس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اگر چہ ہزاروں کتابیں حفظ کر لے۔

☆ حضرت عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شروع شروع

میں کے اولیاء کے منکر تھے۔ جب ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام سنا تو چیخ اٹھے کہ لوگو! سنو یہ وہ کلام ہے جو پہلے نازل نہیں ہوا۔ اس کلام سے متاثر ہو کر آپ نے ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت حاصل کی جب آپ کی صحبت سے مشرف ہوئے تو فرمایا کہ گروہ صوفیاء دین کی بڑی بنیاد پر قائم ہے۔ اور اس کی دلیل ان کی وہ کرامات ہیں جو ان کے ہاتھوں صادر ہوتی ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ ان بزرگوں کو نہیں مانتے ان کے چہرے بے رونق ہوتے ہیں۔ اور یہ حقیقت اہل مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں۔

☆ حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی کامل انسان کو ایک لحظہ میں واصل باللہ بنا سکتا ہے۔

☆ حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کو پکڑنا۔ کتاب سنت اجماع اور قیاس کے عین مطابق ہے۔

☆ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف میں خدا سے دل کا بلاواسطہ تعلق قائم کر دیا جاتا ہے۔ جس نے تصوف نہ سیکھا وہ نکما ہے۔ آپ کے قول کے مطابق جو لوگ طریقت کا راستہ اختیار نہیں کرتے ان کا تعلق اللہ کے ساتھ استوار نہیں ہو سکتا۔

☆ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "جب تک کچھ حصہ قرآن کا اور کچھ حصہ اپنے پیروں کی حکایات کا نہ پڑھ لو تب تک ایمان سلامت ہی نہیں رہ سکتا۔"

☆ حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ ایک درویش سجادہ نشین ہر جمعہ کو اپنی نشست گاہ سے باہر آ کر لوگوں سے دریافت کرتے کہ مسجد کو جانے کا راستہ کدھر ہے؟ ایک مرتبہ ایک آدمی نے جواب دیا کہ حضرت! آپ برس ہا برس سے مسجد کی جانب جاتے ہیں اور اتنا معلوم نہیں کہ مسجد کا راستہ کون سا ہے؟ یہ سن کر اس درویش

نے کہا کہ راستہ تو میں جانتا ہوں لیکن جس راستہ پر میں چلتا ہوں، اس پر محکوم ہو کر چلنا، حاکم بن کر چلنے کی نسبت بہتر سمجھتا ہوں۔ یعنی خود کو کسی کی اتباع میں سمجھنا بڑا کام ہے۔ (اخبار الاخیار مترجم، صفحہ ۲۷، مطبوعہ لاہور)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت پر بہت سی کتب تصنیف فرمائی ہیں ۔اور مکتوبات شریف'' میں تصوف کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ مبداء و معاد میں روحانی علوم پر وافر تفصیل فراہم کی ہے۔ آپ نے واصل باللہ ہونے کے طریقے، مرید کا کام پیر کے بغیر دشوار ہونے، تربیتی مراحل کو طے کرنے، قلیل مدت میں نسبت کی تکمیل ہونے، صحبت فقراء سے فیوض و برکات حاصل کرنے، مرشد کی نظروں سے فیضان حاصل کرنے، اولیاء اللہ کا امراض قلبی کا علاج کرنے، مرید کو بلند مراتب پر فائز کرنے، طریقت میں شریعت کی مطابقت اور شیخ سے محبت کا لزوم ہونے، اولیاء اللہ کا نسبت کی عطا پر پوری قدرت رکھنے پر بہت طویل تحریریں رقم فرمائی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ بزرگوں کا طریق صحابہ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ ہے۔ کوئی کتنا بڑا پرہیز گار کیوں نہ ہو بزرگوں کی صحبت سے مستثنیٰ نہیں۔ پیغمبر بھی اللہ کی صحبت میں رہتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دو سال کے لیے بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اختیار کی۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات میں متعدد بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے فرمایا ہے ''سایہ رہبر بہ است از ذکر حق'' یعنی پیر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔

☆حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''ذکر خیر'' میں فرمایا ہے کہ بیعت کرنے سے مرید کو دینی، دنیاوی کاموں میں اللہ کی حفاظت مل جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مرید کی ہر چیز کا مالک اس کا پیر ہوتا ہے۔ اور اس کے بدلے میں پیر پر یہ ذمہ داری عائد

ہوتی ہے کہ مرید کے لیے جان کنی کے وقت مدد کرے۔تا کہ اس وقت اس کے لب پر ذکر الٰہی جاری ہو جائے۔اور شیطان اس کا ایمان سلب نہ کر سکے۔فرماتے ہیں کہ پیر منکر نکیر کے سوال کے جواب میں آسانی پیدا کروا دیتا ہے۔اور پل صراط پر اس کی مدد کرتا ہے، اور سید المرسلین ﷺ کی شفاعت میں داخل کروانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔فرماتے ہیں کہ جو مرید دل و جان سے پیر کے عاشق ہوں تو ان کا معاملہ تو بیان سے باہر ہے۔

صوفی شعراء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی مرشد کے بغیر راہ طریقت پر چلنا ممکن نہیں۔پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر قادر ہونے کے باوجود ''وسیلہ'' قانون قدرت بنا دیا، وسیلہ کی حقیقت تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔اور اس کی ہدایت و راہنمائی کے لیے انبیاء کو مبعوث فرمایا جو شخص ان کی پیروی و اتباع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اختیارات عطا کر دیتا ہے۔ان محدود اختیارات کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ موجود ہے۔مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مادر زاد اندھوں کوڑیوں اور مردوں کو تندرست اور زندہ کرنا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کی مشکلات میں کام آنا۔دربار سلیمان علیہ السلام میں ایک ولی کا پلک جھپکنے میں وزنی تخت لانا۔حضرت خضر علیہ السلام کی کشتی توڑنا۔بچے کو قتل کرنا اور زمین میں خزینہ کو دیکھ کر اس پر دیوار کا کرنا۔ہمارے نبی کریم ﷺ کا چاند کو دو ٹکڑے کرنا۔بارش کا برسنا۔درختوں کا چل کر آنا۔پتھروں کا کلمہ پڑھنا، سورج کا واپس پلٹنا وغیرہ۔

ان کمالات کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کی طاقت و قدرت اور قرآنی آیات و احادیث کا انکار ہے۔بعض لوگ اولیاء اللہ اور بتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے۔اور بتوں کی آیات اولیاء اللہ کے متعلق پڑھتے ہیں اور غلط عقیدے کو قرآنی آیات سے ثابت کرنے کی بے سود کوشش

کرتے ہیں۔ وہ سراسر گمراہی وضلالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مولانا عارف رومی فرماتے ہیں کہ پاک لوگوں کو اپنے جیسا خیال نہ کرو۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بادشاہ کے دربار میں شاہی جلاد تھے۔ایک مجرم پیش ہوا۔سلطان نے اس کے قتل کا حکم دیا۔آپ اُسے قصاص گاہ میں لے گئے اُس کی آنکھیں باندھ لیں۔تلوار کھینچی اور اُس کی گردن پر ماری مگر تلوار نے اثر نہ کیا۔دوسری بار اسی طرح کیا مگر تلوار نے اثر نہ کیا تیسری بار ایسا ہی کیا گیا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔حضرت نے دیکھا کہ تلوار کھینچتے وقت مجرم ہونٹ ہلاتا تھا اور منہ میں کچھ کہتا تھا۔آپ نے پوچھا،خدا کی عزت کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں تو سچ بتا کہ کیا کہتا تھا؟اس نے جواب دیا کہ میں اپنے شیخ کو یاد کرتا تھا۔حضرت خواجہ نے پوچھا کہ تیرا شیخ کون ہے؟اس نے جواب دیا کہ میرے شیخ سید امیر کلال ہیں۔پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ علاقہ بخارا میں قریہ سوخار میں ہیں۔یہ سن کر حضرت خواجہ نے تلوار پھینک دی اور فوراً روانہ ہوئے فرماتے تھے کہ وہ بزرگ جو مرید کو تلوار کے نیچے سے بچالے اگر کوئی اس کی خدمت بجالائے تعجب نہیں کہ حق تعالیٰ اُسے دوزخ کی آگ سے بچالے۔ خواجگان نقشبند اگر توجہ فرمائیں تو آج بھی لوگوں کو اللہ کے حکم سے ان کو مصائب سے نجات دلواتے ہیں۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ ان بزرگوں کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں۔اور اپنے متعلقین کے کام کے لیے امداد فرماتی ہیں۔(دیکھئے مکتوبات نمبر ۵۸ حصہ ہفتم دفتر دوم)

موجودہ زمانے میں اکثر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان دنوں بزرگان سلف کی مانند کوئی ہستی نہیں۔اسی خیال سے وہ اولیاءاللہ کی تلاش اور صحبت کے فیض سے محروم رہتے ہیں۔اور زندگی غفلت میں گزار دیتے ہیں۔چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔"جس نے اپنے زمانے

کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہل کی موت مرا۔'' اور ''جس کا کوئی رہنما نہ ہو وہ بے دین ہے۔'' امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے''، امام ابوالقاسم اپنی مشہور کتاب ''رسالہ قشیریہ'' میں ضرورت شیخ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرید پر واجب ہے کہ کسی شیخ سے ادب و تعلیم حاصل کرے۔ شیخ کامل کی نظر کرم اور صحبت کے بغیر نفس کو فنا کرنا اور اس کی اصلاح کرنا ممکن نہیں، جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ آج کل شیخ اور مرشد کامل نہیں ملتے۔ ان کا یہ خیال درست نہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے'' **کونو مع الصادقین** ''یعنی سچوں کے ساتھ رہو''۔ ﴿پارہ ۱۱: ع ۴﴾ اس بات سے صاف ظاہر ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں صادقین کاملین کو رکھا ہوا ہے، اس لیے ان کے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔

آج کوئی مریض یا بیمار یہ نہیں کہتا کہ آج کل ڈاکٹر یا حکیم اچھے نہیں ملتے۔ اور علاج ترک نہیں کرتے۔ اسی طرح روحانی امراض کے لیے روحانی طبیب بھی تلاش کر کے علاج کرانا ضروری ہے۔ یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ یہ دنیا ایسے بزرگوں سے کسی لمحہ خالی نہیں رہ سکتی۔ ان کی برکت سے آسمانوں سے پانی برستا ہے۔ ان کی بدولت زمین کو ترو تازگی اور رعنائی حاصل ہوتی ہے۔ پہاڑ ان کی برکت سے قائم اور دریا ان کی فیض سے جاری ہیں۔ جو سمجھ دار ہے وہ انہیں تلاش کر لیتا ہے۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی اولیاء اللہ موجود ہیں، بے شک شب قدر کی طرح پوشیدہ ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہزاروں کتابوں کو آگ میں پھینک دو اور پھر اپنے دل کا رخ اپنے محبوب شیخ کی طرف پھیرنے سے ہی دین حاصل ہوتا ہے۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے بغیر مرشد کے راہ نہیں ملتی۔ علامہ اقبال نے فرمایا دین کو

کتابوں میں نہ ڈھونڈو۔ دین سوائے نظر کے اور کچھ نہیں۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، مولانا عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، مولانا سنائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پورا کلام ہی مرشد سے فیض حاصل کرنے کے متعلق ہے۔ غرضیکہ اب تک کوئی صوفی شاعر نہیں ہوا جس نے طریقت کی زندگی گزارنے سے منع کیا ہو۔ یہ ہمیشہ تصوف کے حامی رہے۔

''ملفوظات چہارم'' میں منقول ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نزع کا وقت قریب آیا تو شیطان آ گیا، کیونکہ اُس وقت شیطان ایمان سلب کرنے کی بھر پور کوشش کرتا ہے، اُس نے پوچھا، اے رازی! تو نے ساری عمر مناظروں میں گزاری، بتاؤ! تمہارے پاس خدا کے وجود پر کیا دلیل ہے، آپ نے ایک دلیل دی، لیکن وہ خبیث تو معلم الملکوت رہ چکا تھا، اس نے وہ دلیل علم کے زور سے بے سود ثابت کر دی اور دوسری دلیل مانگی، آپ نے دوسری دلیل دی ،اُس نے وہ بھی توڑ دی، یہاں تک کہ آپ نے 360 دلیلیں قائم کیں اور اُس نے تمام توڑ دیں، اِس پر آپ سخت پریشان و مایوس ہو گئے اور شیطان نے کہا کہ اب بول خدا کو کیسے مانتا ہے؟ آپ کے پیرو مرشد حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے میلوں دور کسی مقام پر وضو فرما رہے تھے اور چشم باطن سے یہ مناظرہ بھی دیکھ رہے تھے، آپ نے وہاں سے ہی آواز دی، رازی! کہہ کیوں نہیں دیتا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں، حضرت امام رازی نے یہ کہا اور حالت ایمان میں جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ قابل غور و فکر یہ امر ہے کہ اگر آپ کے پیرو مرشد نہ ہوتے تو یقیناً شیطان بھکانے میں کامیاب ہو جاتا لہٰذا ؎

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں — عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

کلام مولانائے روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بیعت وشیخ طریقت کی ضرورت واہمیت:

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شماران بڑے بڑے علماء میں سے ہوتا ہے جو جید عالم بھی ہوں اوراس کے ساتھ ساتھ روحانی دنیا میں بھی بہت بلند مقام رکھتے ہوں۔علامہ اقبال نے اپنے کلام میں ان کو اپنا مرشد تسلیم کیا ہے۔مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روحانیت کے موضوع پر بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کی مثنوی قرآن واحادیث کے اسباق کو شعروں کے لباس میں اپنے اندراس طرح سموئے ہے کہ کسی مکتبہ فکر کے صوفی کو آپ کے کلام پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔بلکہ آپ کے اشعار کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں دو باتوں کی بڑی وضاحت فرمائی ہے۔ایک تو یہ کہ شریعت کا سختی سے اتباع کیا جائے۔اوردوسرا یہ کہ کسی شیخ کامل کا دامن مضبوطی سے تھام لیا جائے۔جو سالک کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کردے گا۔بعض اوقات تو آپ یہ بھی کہہ جاتے ہیں کہ انسانوں کی تمام بیماریوں کا علاج ہی مرشد رکھنے میں ہے۔ حتیٰ کہ آپ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ مولوی کبھی مولانا روم (علیہ الرحمۃ) نہیں بن سکتا تھا،جب تک کہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا غلام نہ بنا،اس کے پس منظر میں یہ واقعہ ہے کہ ایک دن مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ندی کے کنارے کتابوں کے ڈھیر میں بیٹھے مطالعہ فرمارہے تھے کہ اچانک حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُدھر آنکلے۔ آپ نے جب مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یوں منہمک ہوکر (صرف علمِ ظاہری کا) مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا تو نزدیک تشریف لے گئے اور ایک ٹھوکر مار کر تمام کتابیں ندی میں پھینک دیں۔ یہ دیکھ کر حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چلا اٹھے اور پکار کر کہنے لگے''اے درویش! تو نے میری متاعِ حیات کو پانی میں پھینک دیا ہے'' اس پر حضرت شمس تبریز مسکرائے اور ندی کی طرف دیکھا تو مچھلیاں کتابیں اٹھا کر سطح پر آ گئیں،

آپ نے ایک کتاب ہاتھ بڑھا کر پکڑی اور مولانا روم کے ہاتھ میں تھما کر فرمایا، دیکھ لو! یہ گیلی بھی نہیں ہوئی۔ اور وہاں سے تشریف لے گئے۔ جب مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دیکھا تو اپنی متاعِ حیات وہیں بھول کر حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے چل دیے اور پھر مولوی سے مولانا روم بن گئے۔ تب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　　تا غلامِ شمس تبریزے نہ شد

یعنی مولوی اُس وقت تک مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہیں بن سکتا تھا جب تک کہ حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا غلام نہ بنا۔

آپ کی مثنوی سے ماخوذ چند خوبصورت اور معروف اشعار کا مجموعہ پیش کیا جا رہا ہے کہ پوری مثنوی سے ایسے اشعار کو ڈھونڈ نکالنا ہر شخص کے لیے آسان کام نہیں۔ ان اشعار کے معنی بھی لکھ دیے گئے ہیں۔ لہذا ان کو سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں۔

☆ نورانی لوگ اللہ کی راہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ وہ اپنی کلام کے الفاظ کے ساتھ نور بھی ہمراہ کر دیتے ہیں۔

☆ شیخ کی بات سے سکون ملتا ہے۔ دنیا داروں کے کلام سے انتشار حاصل ہوتا ہے۔

☆ جب تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے گا تو گمراہوں کی دسترس سے نکل جائے گا۔

☆ راہِ طریقت کا راہبر وہ ہوتا ہے جو خود بھی احکام شریعت کی راہ پر چلتا ہے۔

☆ اگر وہ عمل میں ثابت قدم نہ ہو۔ تو مخلوق کو غم سے کیسے رہائی دلا سکتا ہے؟

☆ جو بھی ولی اللہ ہو اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے خواہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو یا عمر رضی اللہ عنہ کی۔

☆ اگر تو کہ کوئی پیر نظر نہیں آتا تو لاکھوں کروڑوں میں اسے تلاش کر، کیونکہ دنیا میں اگر کوئی پیر نہیں رہتا تو یہ زمین اور مکان اپنی جگہ پر نہ رہتے۔

☆اللہ کے خاص بندے دستگیری فرماتے ہیں۔طالبان حق کوخدا کی راہ میں لے جاتے ہیں۔

☆اگرتو سخت پتھراورسنگ مرمر بھی ہوتواگرکسی صاحب دل کے پاس پہنچے تو ہیرا بن جائے گا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرکوئی تلوار بنانا چاہےتو وہ لوہار کے پاس جاتا ہے اور اگرحلوائی کا کام سیکھنا ہوتو کسی حلوائی کی شاگردی کی جاتی ہے۔ایسے ہی اگر کوئی روحانی دنیامیں قدم رکھنا چاہےتو کسی پیرکامل کے بغیراس راستے کو طے کرناممکن نہیں۔

مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس طرح اسرافیل علیہ السلام مردہ بدنوں کو زندہ کرسکتے ہیں بالکل اسی طرح اولیاءکرام (اعمال کے اعتبار سے) مردہ انسانوں میں (کردار کی) روح پھونک دیتے ہیں۔ ان بزرگوں کے سینے میں خداوند کے جلوے موجود ہوتے ہیں۔اوران کی صحبت سے لوگ باخدا بن جاتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم او نشینی باخدا

او نشیند در حضور اولیاء

جوبھی خدا کی ہم نشینی چاہتاہےاس کوکہوکہ اولیاءکےحضوربیٹھا کرے۔

ہیں کہ اسرافیل وقت اند اولیاء

مردہ را زیشاں حیات است ونما

یادرکھواولیاءاپنے وقت کےاسرافیل ہیں مردہ لوگوں کوان سے زندگی اورنمو ملتی ہے۔

مسجدے کو اندرون اولیاء ست

سجدہ گاہے جملہ است آنجا خدا ست

وہ جواولیاءکےاندرہے جملہ خلائق کی سجدہ گاہ ہےوہاں خدا ہے۔

اولیاءاللہ دلوں کے جاسوس ہیں:

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کے پاس جا کر بیٹھوتو دلوں میں کوئی

میعوب بات یا عقیدت میں فرق نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ دلوں کی باتوں کو بھی محسوس کر لیتے ہیں۔ احادیث میں ان کا جواسیس القلوب ہونے کا ذکر شرح تعرف میں ہے۔اور نور فراست سے ان کا دیکھنا حدیث سے ثابت ہے۔''یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

بندگان خاص عَلّاَمُ الغُیُوب

در جہان جاں جواسیسُ القُلُوب

خدائے علام الغیوب کے خاص بندے روح کی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

چوں شوی دور از حضور اولیاء

در حقیقت گشتہُ دور از خدا

جب تو اولیاء اللہ کی حاضری سے دور ہو گیا تو حقیقتاً خدا سے بھی دور ہو گیا۔

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ہُو

سرَّ مخلوقات چہ بود پیش اُو

جو خدا کے اسرار سے واقف ہو گیا تو مخلوق کے راز اس کے لیے کیا ہیں۔

علم حق در علم صوفی گم شود

ایں سخن کے بادر مردم شود

حق تعالیٰ کا علم، عارف صوفی کے علم میں پوشیدہ ہوتا ہے، اگرچہ عام لوگوں کو یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے۔

گفتہُ او گفتہُ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ولی کی گفتگو، دراصل اللہ تعالیٰ کی گفتگو ہوتی ہے، اگرچہ بظاہر بندۂ خدا کے حلق سے نکلتی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مولانا نے ان اولیائے کرام کی ضرورت سے زیادہ تعریف کر دی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی خود پرورش کرتے ہیں۔اور فیضان خاص کے پیمانے زیر تربیت اولیاء کو پلاتے رہتے ہیں۔جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پرورش آپ ﷺ نے خود فرمائی۔اور پھر حکم دیا کہ فلاں شیخ سے جا کر بیعت کر لو۔تا کہ سلسلہ آگے بھی جاری رہے۔فرماتے ہیں کہ لوگ ان اولیاء کرام پر شکوک کا اظہار کرتے ہیں۔مگر وہ خود اپنی برائیوں پر نظر نہیں کرتے۔ان میں سے اکثر تو مسجدوں کی سوداگری کرنے سے بھی عار نہیں کرتے۔

ما کلیسا دوست ما مسجد فروش
او زدست مصطفیٰ پیمانہ نوش

ہم تو کلیسا دوست اور مسجد فروش ہیں تو وہ حضور ﷺ کے ہاتھوں سے جام پیتے ہیں۔

درجہان بے ثبات او را ثبات
مرگ او را از مقامات حیات

اس جہان بے ثبات میں ان کو قرار حاصل ہے ان کی موت بھی زندگی کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔

طریقت میں تنہا چلنا خطا ہے:

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اندھا بغیر کسی راہنمائی کے گھر سے باہر نہیں

نکل سکتا اور ایسا کرنا اس کے لیے خطرے کا باعث ہوگا۔ جو لوگ خودسری کے باعث راہ طریقت کو تنہا طے کرنے لگتے ہیں، اور اس صحرائے بے پایاں میں سفر کرتے ہیں۔ تو وہ بھی ان اولیائے کرام کی ہمت کی وجہ سے راہ طے کر پاتے ہیں۔

دست او راحق چو دست خویش خواند
تا ید اللہ فوق ایدیھم براند

خدا نے ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ کہا ہے اسی لیے یہ "ید اللہ" کی آیت نازل ہوئی ہے۔

یار باید راہ را تنہا مرو
وزسر خود اندریں صحرا مشو

کسی راہ کے لیے ساتھی چاہئے تو تنہا مت جاؤ۔ خودسری سے اس صحرا میں قدم نہ رکھو۔

کور ہرگز کہ تواند رفت راست
بے عصائش کور را رفتن خطاست

اندھا خود بخود کیسے چل سکتا ہے۔ عصا کے بغیر تو اس کا چلنا ہی خطا ہے۔

دست پیر از غائباں کو تاہ نیست
دست او جز قبضۂ اللہ نیست

پیر کا ہاتھ غائب لوگوں کے لیے کوتاہ نہیں۔ اس کا ہاتھ اللہ کی قدرت کے بغیر نہیں۔

ہر کہ تنہا تا دریں راہ کہ برید
ہم بعون ِ ہمت ِ پیراں رسید

جس کسی نے اس راہ کو تنہا طے کیا وہ بھی پیروں کی ہمت سے ہی پہنچا ہے۔

اولیاء اللہ راہست قدرت ازالہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اولیاء اللہ کو اللہ کی طرف سے یہ قدرت ملتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا دیں۔

اولیاء اللہ ہی خداوندان دل ہیں:

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کشت (کھیتی) انسان میں تخم دل کو کاشت کرنے کے لیے خداوندان دل (یعنی اولیاء اللہ) کی نظر کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ اس کھیت سے طرح طرح کی پیداوار حاصل کی جا سکے۔ چنانچہ انسان کی قیمت اس وقت نہیں لگتی ہے جب تک وہ کسی اہل حال بزرگ کے دامن میں ہاتھ نہ ڈالے۔ فرماتے ہیں کہ بیعت سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جس نے کسی پیر کی بیعت کی تو گویا اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیونکہ جو دیا کسی دیئے سے جلایا جاتا ہے تو اس دیئے میں سب سے پہلے دیئے کی روشنی ہی تصور کی جاتی ہے۔

می نہ روید تخم دل از آب وگل
بے نگاہے از خدا وندان دل

دل کا تخم مٹی اور پانی میں نہیں اگتا اور نہ ہی خداوندان دل کی نگاہ کے بغیر۔

چوں چراغ نور شمع راکشید
ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید

جب چراغ کے نور نے شمع کی روشنی کو کھینچ لیا تو جس نے اس کو دیکھا گویا اصل شمع کو

دیکھا۔

ہم چنیں تا صد چراغ از نقل شد
دیدن آخر لقائے اصل شد

اس طرح اگر سو چراغ بھی جلائے گئے ہوں تو آخری چراغ کو دیکھنا اصل چراغ کو دیکھنا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے پیر کامل کی لمحہ بھر کے لیے صحبت حاصل کی تو اس کی یہ صحبت سو سالہ طاعت بے ریا سے بہتر تصور کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی صحبت کے وصف سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلائے۔ اور صحبت کے باعث ساری دنیا کے عابدوں سے افضل قرار دیے گئے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

اولیائے کرام کی ایک گھڑی کی صحبت سو سالہ بے ریاء اطاعت سے بہتر ہے۔

صد کتاب وصد ورق در نار کن
روئے دل را جانب دلدار کن

سو کتابیں اور سو اوراق آگ میں پھینک دو اور اپنے دل کا چہرہ اپنے محبوب کی طرف کرلو۔

پیر کامل صورت ظل علےٰ
یعنی دید پیر دید کبریاء

پیر کامل خدا کا سایہ ہے گویا پیر کا دیدار خدا کا دیدار ہے۔

ہر کہ پیر وذات رایکجا نہ دید

نے مرید ونے مرید ونے مرید

جوکہ خدااور پیر کی ذات کی یکجانہیں دیکھتاوہ مرید نہیں ہرگز مرید نہیں۔

ہر کہ بیند روئے پاکاں صبح وشام

آتش دوزخ شود بروئے حرام

جو پاک لوگوں کا چہرہ صبح وشام دیکھتا ہے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء

تاکہ بیند ابتدا تا انتہا

اولیاء کی خاک پاکو سرمہ بناؤ تاکہ اول تا انتہا چیزوں کا مشاہدہ کرلو

ہیں بجو ایں قوم رائے مبتلا

ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا

اے مبتلائے رنج! اس قوم کو تلاش کر۔کسی بلا کے آنے سے پہلے انہیں غنیمت سمجھ

نامراداں را رساند بامراد

اعتقاد است اعتقاد است اعتقاد

نامرادلوگ ان سے مراد پاتے ہیں یہ ساری بات اعتقاد کی ہے۔

نفس را نہ کشد بغیر از ظل پیر

دامن آں نفس کش محکم بگیر

نفس کا مرنا پیر کے سائے بغیر نہیں۔نفس کو مارنے والے شیخ کا دامن اچھی طرح پکڑ

لے۔

☆منکران طریقت سے مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سخت برہمی:

جو لوگ طریقت اور اہل طریقت کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُن کو کافر طریقت خیال کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو ایک ایسے چوہے کی طرح تصور کرتے ہیں جو شیر کی دم سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی عبادت میں ذرا چاشنی نہیں پائی جاتی۔ اور ان کی اطاعات ایسی ہیں جیسے کوئی تخم ہو اور اس پر مغز نہ ہو۔

چیست کافر؟ غافل از ایمان شیخ
کیست مردہ بے خبر از جان شیخ

کافر کون ہے؟ جو ایمان شیخ سے غافل ہے۔ مردہ کون ہے جو شیخ کی روح سے بے خبر ہے۔

پس تو اے ناشستہ رو در چیستی
در نزاع و در حسد با کیستی

اے ناپاک چہرے والے تو کس خیال میں ہے؟ تو دیکھ کہ تو کس کے ساتھ حسد اور جھگڑا کرتا ہے۔

با دم شیرے تو بازی می کنی
بر ملائک ترکتازی می کنی

شیر کی دم کے ساتھ تو کھیلتا ہے اور فرشتوں پر تو حملہ کرتا ہے۔

بدچہ می گوئی تو خیر محض را
ہیں تو رفعے کم شمر ایں خفض را

جو خیر محض ہے کیا تو اس کو برا کہتا ہے۔ اپنی اس پستی کو بلندی خیال نہ کر

در رخ مہ عیب بینی می کنی
در بہشتے خار چینی می کنی

تو چاند کے چہرے میں عیب دیکھتا ہےاور تو بہشت میں کانٹے چننا چاہتا ہے۔

☆حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے بعد کسی کلام کو فوقیت حاصل ہے تو وہ اولیاء اللہ کا کلام ہے کیونکہ ان کا کلام عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔اولیاء اللہ کا کلام دنیاوی طمع کو دل سے نکال دیتا ہے۔اوران کے کلام سے آخرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔اور خدا کی دوستی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

☆کلام حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دنیائے روحانیت میں جو مقام حاصل ہے اس سے کون آشنا نہیں۔آپ کے بلند پایہ کے عارف باللہ اور عالی مرتبت ولی ہونے کے ناطے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا کلام قرآن اور سنت کے معارف سے لبریز ہے۔اور آپ کے فرمودات میں قرآن اور حدیث سے متعارض ہونے یا متضاد ہونے کا ہرگز ہرگز کوئی شائبہ نہیں۔ آپ کے کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مشائخ سے نسبت کا ہونا ہر مسلمان کے لیے ایک نہایت اہم امر ہے۔بلکہ اس گروہ کے ساتھ لاتعلقی کی زندگی گزارنے والا مسلمان روح اسلام کی دولت سے قطعاً محروم رہتا ہے۔آپ کے افکار کے مطابق ایک مسلمان کے لیے روحانیت کے بغیر پکا اور سچا مسلمان بننا کسی صورت بھی ممکن نہیں۔

حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ادبیات اور دیگر تصانیف میں جو کچھ لکھا ہے وہ زیادہ تر مرشد سے محبت کرنے اور اس کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر فیض حاصل کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔آپ نے اپنے کلام میں ایک نہایت پر وقار فقر۔صوفیانہ بلند ہمتی۔اور خودگری کے

نمونوں کو مریدوں کے لیے پیش کیا ہے۔تا کہ وہ طریقت کے اغراض و مقاصد کو سمجھ سکیں۔حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے شیخ سے براہ راست تعلق رکھنے۔رشد و ہدایت کی زندگی اختیار کرنے۔مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کا دم بھرنے کی تلقین کرتے ہیں۔جیسا کے آپ کے کلام میں ملتا ہے۔فرماتے ہیں کہ :

عاشق ہو، تے عشق کما دل رکھیں وانگ پہاڑاں ہو
جتھے پون غضب دیا لہراں قدم اٹھائیں دھرئیے ہو
جس دکھ تھیں سکھ حاصل ہووے اس تھیں مول نہ ڈرئیے ہو
جس مرشد تھیں نئیں ہدایت اوہ ہادی کیہہ پھڑنا ہو
الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مشک پایا جان پھلاں تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو
نہ میں جوگی نہ میں جنگم نہ میں چلہ کمایا ہو
نہ میں بھج مسیتی وڑیا نہ تسبا کھڑکایا ہو
جو دم غافل سو دم کافر مرشد ایہہ فرمایا ہو
مرشد سوہنی کیتی باہو پل وچ چا بخشایا ہو
پیر ملے تے پیڑ نہ جاوے ناں اس ”پیر“ کیہہ دھرنا ہو

مرشد ملیاں رشد نہ من نوں اوہ مرشد کیہہ کرنا ہو
جس ہادی تھیں نئیں ہدایت اوہ ہادی کیہہ پھڑنا ہو
سر دتیاں حق حاصل ہووے موتوں مول نہ ڈرنا ہو
مرشد اوہ پھڑیئے جیہڑا دو جگ خوشی دکھائے ہو
اول غم ٹکرے دا میٹے وت رب دا راہ سمجھائے ہو
کلر والی کندھی نوں چا چاندی خاص بنائے ہو
جس مرشد اتھ کجھ نہ کیتا اس نوں ندی رڑھایئے ہو

مرشد سے بیعت کا سب سے بڑا مقصد یہی ہوتا ہے کہ عبادت میں خدا کی حضوری میسر ہو جائے اور خدا کو راضی کرنے کے طریقے بے نقاب ہو جائیں۔ اگر کسی کامل۔مکمل راہ دان اور رہبر پیر کی راہنمائی حاصل ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ خاردار جھاڑی پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔ نیچے دیئے گئے اشعار سے یہی معنی مقصود ہیں۔

تسبیح پھیری تے دل نہ پھریا کیہہ لینا تسبیح پھڑ کے ہو
علم پڑھیا تے ادب نہ سکھیا کیہہ لینا علم نوں پڑھ کے ہو
چلہ کٹیا کجھ نہ کھٹیا کیہہ لینا چلیاں وڑ کے ہو
جاگ بناں دُدھ جمدے ناہیں بھنویں لال ہووّن کڑھ کڑھ کے ہو
باجھ حضوری نئیں منظوری پیئے پڑھن بانگ صلاتاں ہو
روزے نفل نماز گزارن پیئے جاگن ساریاں راتاں ہو
باجھوں قلب حضور نہ ہووے پیئے کڈھن سہ زکاتاں ہو

باجھ فنا رب حاصل ناہیں نہ تاثیر جماتاں ہو

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کا ملنا ظاہری عبادات سے نہیں ہوتا۔ بلکہ نیت کا خالص ہونا اور ذوق عبادت کا ہونا ضروری ہے۔

جے رب نہاتیاں دھوتیاں مِلدا ، مِلدا ڈڈواں مچھیاں ہو
جے رب مِلدا مون منایاں، مِلدا بھیڈاں سسیاں ہو
جے رب جیتاں ستیاں مِلدا ، مِلدا دانداں خصیاں ہو
رب انہاں نوں مِلدا باہو ، نیتاں جہناں اچھیاں ہو
دل دریا سمندروں ڈونگے ، کون دلاں دیاں جانے ہو
وچے بیڑے وچے جھیڑے منجھ مہانے ہو
چوداں طبق دلے دے اندر تنبو وانگن تانے ہو
جوئی دل دا محرم ہووے سوئی رب پچھانے ہو
نہ رب عرش معلیٰ اُتے نہ رب خانے کعبے ہو
نہ رب علم کتابیں لبّھا نہ رب وچ محرابے ہو
گنگا تیرتھ مول نہ ملیا پینڈے بے حسابے ہو
جد دا مرشد پھڑیا باہو چُھٹے سب عذابے ہو
اللہ پڑھیوں حافظ ہویوں نہ گیا حجابوں پردہ ہو
پڑھ پڑھ عالم فاضل ہویوں بھی طالب ہویوں زر دا ہو
لکھ گزار کتاباں پڑھیاں پر ظالم نفس نہ مردا ہو
باہجھ فقیراں کوئی نہ مارے ایہو چور اندر دا ہو

اوہو نفس ساڈا بیلی جو نال ساڈھے سِدھا ہو
جو کوئی اس دی کرے سواری نام اللہ اس لِدھا ہو
زاہد عابد آن نوائے جتھ ٹکڑا ویکھن تھدھا ہو
راہ فقر دا مشکل باہو گھرمانہ سیرا رِدّھا ہو
تسبیح دا توں کسبی ہویوں ماریں دم ولیاں ہو
دل دا منکا ہک نہ پھیریں گل پائیں پنج ویہاں ہو
ایہہ تن میرا چشماں ہووے مرشد ویکھ نہ رجاں ہو
لوں لوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجاں ہو
ایناں ڈِٹھیاں مینوں صبر نہ آوے ہور کسے ول بھجاں ہو
مرشد دا دیدار ہے مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہو
سن فریاد پیراں دیا پیرا عرض سنیں کن دھر کے ہو
بیڑا اڑیا وچ کپراں جتھے مچھ نہ بہندے ڈر کے ہو
شاہ جیلانی محبوب سبحانی خبر لیو جھٹ کر کے ہو
پیر جہناں دا میراں اوہی کدھی لگدے تَر کے ہو
جد دا مرشد کاسہ دتڑا تددی بے پروائی ہو
کیہہ ہویا جے راتیں جاگے جے مرشد جاگ نہ لائی ہو

☆میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عارفانہ کلام:

پنجاب میں میاں محمد بخش کھڑی شریف والوں کا پنجابی صوفیانہ کلام بے حد مقبول ہے

اورزبان زدخاص وعام ہے۔ پڑھنے والے اسے ایک خاص روائتی ترنم سے روحانی محفلوں میں سناتے ہیں۔آپ ایک نہایت بلند پایہ مشہور عالم اورصوفی شاعر تھے۔آپ کا کلام موضوع گفتگو پرروحانی حقائق کی اس خوبصورتی سے ترجمانی کرتا ہے کہ سننے والوں کواس کے مضامین کا الہامی ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام ایسا نہیں کہ انہوں نے خود اپنے پاس سے خیالات کا اظہار کیا ہو بلکہ اس میں آپ نے محض ان باتوں کا چناؤ کیا ہے جوقرآن وحدیث یا مشائخ کبار کے اقوال سے ثابت ہوں۔اور جن پر تمام صوفیائے کرام کا اتفاق رائے ہو چکا ہو۔ صاحب دل لوگوں کوتو قطعاً ان کے اقوال سے اختلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ کلام سچائی، حقیقت، معرفت اورطریقت کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔اس جگہ آپ کے کلام کے چند نمونے پیش کیے جارہے ہیں۔ جوعوام میں بہت زیادہ پسند کیے جاتے ہیں۔آپ کا ایک ایک شعرضرورت شیخ ،افادیت شیخ اورتصرف شیخ کی نشاندھی کرتا ہے۔

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ مینوں بخشیں کم بن جاوے میرا

سب کجھ کیتا یار حوالے تن من جان وی تیری
میں کوجھی دا مرشد تو ایں لاج رکھیں ہن میری

مرشد دا احسان میرے تے سار لئے محتاجاں
ایتھے اوتھے دوئیں جہانیں پیر میرے نوں لاجاں

پیر دے ہتھ وچ ہتھ نوں دے کے بھید نہ دلدا کھولیں
جہیڑا کلمہ پیر پڑھاوے اوہی کلمہ بولیں

لوئے لوئے بھر لے کڑئیے جے تدھ بھانڈا بھرنا
شام پئی بن شام محمدؐ، گھر جاندی نے ڈرنا

جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدے نہ مردے
کامل مرداں دے در جا کے ویکھ لے دیوے بلدے

راہ دے راہ دے ہر کوئی آکھے، میں وی آکھاں راہ دے
بن مرشد تینوں راہ نئیں لبھنا مر ویسیں وچ راہ دے

مالی دا کم راکھی کرنا، پھل پکے ہوون یا کچے
پیر مریداں دے سرتے رہندے جھوٹے ہوون یا سچے

صحبت شیخ اور استمداد کے متعلق آپ نے مثالیں پیش کی ہیں۔فرماتے ہیں:

بُرے بندے دی صحبت یارو! جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھنویں کنج بہیّے ، چنگاں پین ہزاراں

چنگے بندے دی صحبت یارو! وانگ دکان عطاراں
سودا بھانویں مول نہ لیئے ہُلھے آون ہزاراں

کی ہویا جے میں اوگن ہاری،بھیڑے عملاں والی
میرے عیب چھپاون کارن ،سرکار دی کملی کالی

مینوں یاراں نے آن ڈرایا -رات قبر دی کالی
میں سنیا میرے آقا نے آونا جیدے موہڈھے کملی کالی

اور فرماتے ہیں کہ:

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی

مرد نگاہ کرن جس ویلے، مشکل رہے نہ کائی
قلم ربانی ہتھ ولی دے لکھے جو من بھاوے
مرداں نوں رب قدرت بخشی لکھے لیکھ مٹاوے
مرد انیندے مرد تنیدے کردے مرد لویراں
سیون مرد، پوشاک بناون، شاد کرن دلگیراں
مرداں دے ہتھ کارج سارے آپ خداوند سٹے
دنیا باغ، ولی وچہ مالی، بوٹے لاوے، پٹے
کدھرے پتلا بیج رلاوے کدہرے کرے گھنیرا
کدھرے تھوڑا پانی لاوے، کدھرے دیوے ودھیرا
ڈالی قلم کرے اک رکھوں، جادوئے پر جوڑے
پیوند لا بناوے میوہ آپے پھیر تروڑے
ہر ہر پھکے پانی پھیرے، ہر آڈے، ہر بنّے
ہکناں نوں سر راس کریندا، گل ہکناں دے بھنے
دنیا باغ، انبر کھوہ وہیندا دل نہ چِن وانگن بیلاں
مالی مرد اُتے رب مالک، بھور عاشق وچ سیلاں
غیر کولوں میں کیونکر منگاں، خصم کنگال نئیں میرا
غوث الاعظم بوہڑ شتابی، تار اساں دا بیڑا

اور فرماتے ہیں کہ:

جِتن جِتن ہر کوئی کھیڈے، توں ہارن کھیڈ فقیرا
جِتن دا مُل کوڈی پے سی ہارن دا مل ہیرا

مرد ملے تے مرض گواوے اوکن دے گن کردا
کامل پیر محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

مرداں ہمت ہار نہ موے ، مت کوئی کہے نامردا
ہمت نال لگے جس لوڑن ،پائے باہجھ نہ دا

اَوکھی گھاٹی مشکل پینڈا ، واٹ لمی توں کلا
جے منزل مقصود پاونا ، پھڑ مرشد دا پلّا

ولی اللہ دے بھانڈا تک کے پاندے خیر حضوروں
جیہڑا پاک،غروروں خالی ، سو پُر کردے نوروں

جے لکھ زہد عبادت کریئے بن عشقوں کس کاری
جاں جاں عشق نا ساڑے تینوں تاں تاں نبھے نہ یاری

جس دل اندر عشق نہ رچیا،کتے اس تھیں چنگے
خاوند دے در راکھی کر دے،صابر،بکھے،ننگے

عشق دا جو دَارو دَسّے باہجھ ملاپ سجن دے
اوہ سیاناں جاں ایاناں،روگ نہ جانے من دے

عاماں بے اخلاصاں اندر خاصاں دی گل کرنی
مِٹّھی کھیر پکا محمدؔ کُتیاں اَگے دَھرنی

نیچاں دی اشنائی کولوں فیض کِسے نئیں پایا
ککر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا

میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ ملا اپنے مرشد سے ہی ملا ہے۔

مرشد کی محبت سے حاصل کردہ فیوض کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

میں نیواں میرا مرشد اُچّا میں اُچّیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اُچّیاں اُتوں جنہاں نیویاں نال نبھائی
صحبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
ہر ہر سخن شریف انہاں دا کردا محرم رازوں
چھبی مار لیاون موتی وحدت دے دریاؤں
کھریاں گلاں کھریاں چالاں، دامن پاک ریاؤں
خشخش جناں قدر ناں میرا ، صاحب نوں وڈیائیاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑھایا سائیاں

مرشدِ کامل کی تلاش

مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں افراد کی رہنمائی کے لیے چند علامات درج ذیل ہیں۔

☆حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر صرف وہی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہو اور کسی صاحب سلسلہ طریقت سے اجازت یافتہ ہو۔

☆حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کو خوش کرنا ہو تو اول عقائد کا درست ہونا ضروری ہے۔اللہ کے ہاں اعمال میں کمی ہو جائے تو قابل معافی ہے لیکن عقائد میں

کمی سراسر خرابی ہی خرابی ہے۔لہذا جب کسی کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ ہو تو پہلے یہ دیکھے کہ وہ بدعقیدہ تو نہیں کیونکہ بدعقیدگی ایسی چیز ہے جو سارے اعمال کو ضائع کر دیتی ہے۔بدعقیدہ سے مراد یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ ،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ،اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام علیہم السلام میں تنقیص اور اُن کی شان میں گستاخی کا پہلو نہ تلاش کرتا ہو۔

☆۔ حضرت قبلہ پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا پیر وہ ہے جس کے دل میں سب سے زیادہ حضور نبی کریم ﷺ ،سرکار سے عشق ومحبت کا خزینہ ہے۔

☆۔ضرورت کے مطابق دین کا علم رکھتا ہو۔

☆-اس کا عمل شریعت وطریقت اور بزرگان سلف کے طریقے کے خلاف نہ ہو۔

☆-دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔کامل ہونے کا دعوی نہ کرتا ہو کہ یہ بھی دنیا کی ایک شاخ ہے۔

☆-کسی پیر کامل کی صحبت میں کچھ دن رہا ہو۔

☆۔اس کے پاس چندروز بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ کی محبت میں اضافہ معلوم ہو۔

☆-وہ پیر اپنے مریدوں کی تعلیم وتربیت جی سے کرتا ہو۔اور چاہتا ہو کہ یہ درست ہو جائیں۔یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

☆۔صحیح العقیدہ اہلسنت و جماعت ہو اور عقائد اہلسنت سے باخبر ہو ورنہ آج بد مذہب نہیں تو ،کل ضرور ہو جائے گا۔

☆۔ شیخ طریقت کا سلسلہ ،حضور نبی کریم ﷺ تک صحیح متصل ہو، کیونکہ

مقطع ذریعہ سے اتصال ممکن نہیں۔

☆۔فاسق نہ ہو، کیونکہ فاسق کی توہین واجب ہے اور پیر کی تعظیم لازم۔

☆۔رابطہ شیخ کو معیوب نہ سمجھے بلکہ اس کی وجہ سے تصرف حاصل کرتا ہو۔

☆۔ظہور کرامت کسی ہستی کی فضیلت کا اصلی باعث نہیں بلکہ اصل کام تو استقامت اور اتباع شریعت ہے۔کرامات پر نظر نہیں رکھنی چاہئے۔

☆۔بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کلاہ اور شجرہ پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔کسی کے اعلیٰ قسم کے جبے اور پگڑی تسبیح کو دیکھ کر مرعوب ہو کر بیعت نہ کریں۔

☆- حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے جو ہوش وحواس اور شریعتِ مطہرہ پر کاربند نہیں، اُسے ولی نہ مانو خواہ ہوا میں اڑتا ہو۔

☆اگر کوئی شیخ داڑھی کے بغیر طریقت کا علمبردار بنتا ہو (بشرطیکہ مجذوب نہ ہو) تو اس کا دعویٰ فقیری بے بنیاد ہے۔(خشخشی داڑھی بھی اسی حکم میں شامل ہے)۔کیونکہ آج تک کوئی نبی، صحابی، ولی اللہ بغیر داڑھی والا نہیں ہوا۔لہذا داڑھی منڈوانے والوں کی بیعت سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں۔

☆پس مندرجہ بالا علامات کے ذریعے تلاش مرشد جاری رکھے۔یہ نہ دیکھے کہ اس سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے کہ نہیں۔پوشیدہ یا آئندہ آنے والی باتیں اس کو معلوم ہوتی ہیں یا نہیں یا یہ جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے یا نہیں۔یا یہ اپنی باطنی قوت سے کچھ کام کر دیتا ہے یا نہیں۔کیونکہ یہ باتیں پیر یا ولی ہونے کے لیے ضروری نہیں ہیں۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کو کوئی پیر نہ ملتا ہو تو وہ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''کشف المحجوب'' کا مطالعہ کرے تو اسے پیر مل جائے گا۔ مزید اگر ''مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' ، ''مکتوبات امام ربانی'' ، ''عوارف المعارف'' ، ''غنیۃ الطالبین'' ، ''تذکرۃ الاولیاء'' ، ''مدارج النبوت'' ، ''اخبار الاخیار'' ، ''رسالہ مکیہ'' ، ''معدن کرم'' ، خصوصاً جنگ پبلشرز لاہور کی کتاب ''بیعت کی تشکیل و تربیت'' اور ''رابطہ شیخ'' کا مطالعہ کرلے تو بالیقین مرشد کامل کی تلاش میں کامیاب ہو جائے گا۔ کچھ لوگ مزاروں پر جا کر صاحب مزار سے دعا کے لیے کہتے ہیں تو ان کو کسی اچھے شیخ کا ملنا آسان ہو جاتا ہے یا صاحب قبر اسے کسی مناسب پیر کی خبر دے دیتا ہے۔

عورت کی بیعت جھوٹی اور نا قابلِ اعتبار ہے:

کوئی مرد کسی عورت کا مرید نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ عورت کتنی نیک باز اور صاحب اجازت ہو۔ ایسی بیعت جھوٹی اور نا قابل اعتبار ہے۔ کسی مردِ کامل کی بیعت کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کے واسطے نہ پیغمبری ثابت ہے نہ عہدہ قضا نہ بیعت لینا اور نہ ہی سجادہ نشینی۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ تین چیزیں عورتوں کے لیے ثابت نہیں ہیں۔ ایک نبوت، دوسرے مشیخیت اور تیسرے قضا، کیونکہ یہ ناقص العقل اور ناقص الدین ہیں۔ پھر آپ نے اس کی حدیث مبارک بھی ارشاد فرمائی۔

دوسری بیعت کب ضروری ہوتی ہے؟

ایک بار مرشد کی بیعت کر کے دوسرے شخص کا خیال بھی دل میں نہیں آنا چاہیے۔ لیکن

کچھ صورتیں ایسی ہیں جب بیعت ثانی واجب ہو جاتی ہے۔

☆۔ جب معلوم ہو جائے کہ اس کا شیخ بدعقیدہ اور شریعت کا پابند نہیں۔ یا وہ صریحاً حرام کاموں کا ارتکاب کرتا ہے اور واقعی اس کی راہنمائی نہیں کرتا تو دوسری بیعت جائز ہے۔ اگر کوئی کامل شیخ چھوڑ کر کسی اور سے بیعت کر لے تو ایسے مرید کو کسی جگہ سے فیض نہیں ملتا۔ خواہ وہ جبرائیل علیہ السلام کی صحبت میں بھی چلا جائے تو بھی محروم رہے گا۔

☆۔ مرشدِ کامل کا وصال ہو جائے اور بعد از وصال فیض ملنا بند ہو جائے۔ مراد یہ ہے کہ مرشدِ کامل خواب یا کشف کے ذریعے مسائل اور پیچیدگیاں سلجھا دے اور مدد کرے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو بیعتِ ثانی یا کسی دوسرے مرشدِ کامل کے ساتھ وابستگی نہایت ضروری ہے۔ اگر اُسی مرشدِ کامل سے استفادہ کرنا مقصود ہو تو ضروری ہے کہ اُن کے خلیفہ مجاز یا سجادہ نشین سے وابستگی کر لی جائے۔ کیونکہ بعض اوقات مرشدِ کامل تو فیض دے سکتا ہے لیکن مرید میں فیض لینے کی استطاعت نہیں ہوتی۔

☆۔ اگر مرشدِ کامل کا وصال ہو جائے اور اُس کا کوئی خلیفہ مجاز یا سجادہ نشین موجود نہ ہو، اور فیض ملنا بھی بند ہو جائے تو کسی دوسرے مرشد، ولیٔ کامل یا مردِ حق کی بیعت کر لینی چاہیے۔ لیکن اگر سجادہ نشین یا خلیفہ مجاز موجود ہوں تو اُس سلسلے کا فیض حاصل کرنے کے لیے انہی کے ساتھ وابستگی کرنا ہو گی۔

مرشدِ کامل کے وصال کے بعد

خلیفہ مجاز / سجادہ نشین سے بیعت یا وابستگی

چونکہ مرشدِ کامل اللہ جل شانہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بندے کے درمیان ایک وسیلہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم مرشدِ کامل کی زبان سے جو احکامات سنتے ہیں، انہیں اللہ اور رسول

ﷺ کے احکامات مانتے ہیں۔ جب مرشدِ کامل کا وصال ہو جائے تو اس وقت ہم مرشدِ کامل کے فرامین اور احکامات سننے اور سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے سجادہ نشین یا خلیفۂ مجاز سے تجدیدِ بیعت کی جاتی ہے۔ تاکہ پہلے والے نورانی فرامین اور احکامات سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ اس لیے سجادہ نشین یا خلیفۂ مجاز سے تجدید بیعت کے ذریعے مرشد کی بیعت کو مضبوط اور فعال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ؛

☆۔ مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی رسمِ سجادہ نشینی کی گئی تو آپ ستائیس برس کے تھے۔ اور اس روز پچاس ہزار بیلیوں نے آپ کی بیعت کی۔ جن میں حضرت شیخ مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بھی شامل تھے۔ کیونکہ حضرت شیخ مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اب انہیں نورِ حق اور فیض آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ہی مل سکتا تھا۔

☆۔ مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے خواجہ سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خازن رحمت کی خلعت سے نوازا تھا اور فرمایا تھا کہ یوم قیامت کو اللہ کی رحمت کے جملہ خزائن میرے اس بیٹے کے کنٹرول میں ہوں گے۔ خواجہ سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے حضرت خواجہ عبدالاحد (گلِ وحدت) رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت اور بیعت کرنے کی اجازت دی تھی مگر آپ کے وصال کے بعد خواجہ گلِ وحدت رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اپنے عم بزرگوار حضرت خواجہ معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور آپ کے ہاتھ پر ہی تجدیدِ بیعت فرمائی کیونکہ اب آپ کو فیض اور نورِ حق انہی سے ملنا تھا۔ (بحوالہ تذکرۃ الاولیائے نقشبند، مؤلف: مولانا محمد امین شرقپوری)

☆۔ اس حقیقت کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ

اللہ علیہ نے فرمایا ''میں باغبانپورہ میں حضرت ایشاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر گیا تو وہاں سے آواز آئی کہ یہاں کچھ نہیں ہے۔ گدی والوں (سجادہ نشین) کے پاس چلے جاؤ، میں ان کے پاس گیا تو اُن کی طبیعت میں جلالی و جمالی دونوں نسبتیں دیکھیں۔ اُن کا نام حضرت میر جان (رحمۃ اللہ علیہ) تھا''

(بحوالہ خزینۂ معرفت)

☆۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرشد کے وصال کے بعد اگر فیض کا سلسلہ بند ہو جائے یا مرشد کی خواب یا کشف میں زیارت نہ ہو تو بیعتِ ثانی نہایت ضروری ہے۔ لیکن صرف خلیفۂ مجاز یا سجادہ نشین کی بیعت مزید راہنمائی یا نورِ حق کا ذریعہ بنے گی۔ لیکن چونکہ اب عوام علمِ دین اور متقدمین کے طریقہ سے ناآشنا ہیں اس لیے ہمارے بزرگ تجدیدِ بیعت کی بجائے صرف وابستگی کا حکم فرماتے ہیں۔

☆۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ، باباجی سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، باباجی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین میں سے جو بیلی موجودہ سجادہ نشین پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی سے وابستہ نہیں ہوں گے۔ وہ راہِ سلوک کی کوئی منزل طے نہیں کر سکیں گے۔

آدابِ مرشد

جب تک مرید کے اپنے دل میں اپنے شیخ کے لیے مناسب ادب کے جذبات موجود نہ ہوں اس وقت تک عبادات اور مجاہدات اپنا پورا اثر نہیں دکھاتے۔ اولیائے کرام کا متفقہ

فیصلہ ہے تصوف سارے کا سارا ادب ہی ہے۔ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بادشاہ کی محفل میں بے ادب بیٹھے گا تو اس کی جہالت اسے قتل کروا دے گی اور زیادہ علم حاصل کرنے کے مقابلے میں تھوڑا ادب حاصل کرنا زیادہ ضروری ہے۔ مرید کی اپنی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ (المرید لا یرید) صوفیائے کرام کا قول ہے کہ طریقت میں جو گستاخی کرے وہ ہمیشہ کے لیے راندۂ طریقت اور نامراد رہتا ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصول فیض کے لیے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر ہر روز نماز عشاء کے بعد اسی طرح حاضری دیتے کہ نماز عشاء خرقان میں ادا کر کے بسطام آتے اور نماز فجر اسی وضو سے واپس خرقان میں جا کر ادا کرتے اور یہ سلسلہ عرصہ بیس سال تک چلتا رہا ایک دن بھی ناغہ نہیں ہوا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزار بایزید پر بڑے ادب سے کھڑے رہتے اور واپسی پر تمام راستہ مزار مبارک کی طرف پیٹھ نہ کرتے۔ وصال کے وقت آپ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر تیس گز گہری کھودنا کیونکہ خرقان کی زمین بسطام کی زمین سے تیس گز اونچی ہے اور یہ بے ادبی ہوگی۔ کہ میری قبر حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر سے اونچی ہو۔

انوار الاصفیاء میں ہے کہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے شیخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نہ صرف عقیدت و محبت تھی بلکہ کمال درجے کا عشق تھا۔ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند نے خواجہ صاحب کی خدمت میں سوال کیا۔ اتفاق سے اس وقت آپ کے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ آپ نے اپنے پاؤں سے جوتیاں اتار کر اسے دے دیں۔ وہ جوتیاں لے کر چل دیا۔ اتفاقاً جنگل میں اس کی ملاقات حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہو گئی۔ جو اس وقت لاکھوں روپے کا مال تجارت اور نقدی لے کر واپس دہلی آ رہے تھے۔ حضرت امیر خسرو نے اس شخص کو دیکھا تو فرمایا۔ اجنبی! تیرے پاس سے مجھے اپنے شیخ کی خوشبو آ رہی

ہے۔اس شخص نے تمام واقعہ بیان کر دیا اور کہا کہ خواجہ صاحب نے یہ جوتیاں عنایت فرمائی ہیں۔

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شیخ کی جوتیاں دیکھ کر بے تاب ہو گئے۔اور اس سے چاندی کے پانچ لاکھ سکوں کے بدلے خرید لیں اور نہایت ادب واحترام سے وہ جوتیاں سر پر رکھے جھومتے ہوئے (خوشی سے) شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! اس سائل نے آپ کی یہ نعلین پاک بڑے سستے داموں میرے ہاتھ بیچ دی۔اگر وہ ان کے بدلے جان بھی مانگتا تو میں دریغ نہ کرتا۔

ذکر حبیب میں ہے کہ ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طبیعت علیل تھی حضرت بابا فرید الدین مسعود الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حکیم سے دوا لینے بھیجا جب آپ حکیم صاحب کی دکان پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک بزرگ پالکی میں سوار ہیں اور ایک شخص ندا کر رہا ہے جو شخص ان کی زیارت کرے گا جنتی ہوگا۔لوگ جوق در جوق زیارت کر رہے ہیں۔مگر حضرت باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کوئی توجہ نہ دی۔بلکہ منہ چھپا کر دکان کے اندر چلے گئے۔پالکی گزر گئی تو آپ دوالیکر واپس آئے۔حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت فرمائی تو سارا واقعہ بیان کر دیا۔فرمایا ”فرید! کیا تجھے جنت کی ضرورت نہ تھی۔عرض کیا حضور! میری جنت تو آپ کے قدموں میں ہے۔جہاں آپ کا دیدار میسر نہیں مجھے ایسی جنت کی کوئی ضرورت نہیں۔ذکر خیر میں ہے کہ ایک دن ایک بدکردار اور فاسق وفاجر شخص دریائے دجلہ پر ہاتھ پاؤں دھونے لگا اچانک اس نے دیکھا کہ جدھر پانی جارہا ہے اس طرف حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وضو فرمارہے ہیں۔اس آدمی کے دل میں خیال آیا کہ یہ تو بڑی بے ادبی کی بات ہے۔نیچے اللہ تعالیٰ کا مقبول، امامِ وقت وضو کر رہا ہے اور میرے جیسا نالائق انسان ان سے اوپر بیٹھ کر ہاتھ پاؤں دھو رہا ہے۔

یہ خیال آتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور امام صاحب سے نیچے پانی کے بہاؤ کی طرف آ بیٹھا اور ہاتھ پاؤں دھو کر چلا گیا.......... جب وہ شخص مر گیا تو ایک صاحب کشف بزرگ کو خیال آیا کہ دیکھیں تو سہی اس فاسق و فاجر شخص کے ساتھ قبر میں کیا معاملہ پیش آیا۔ انہوں نے قبر پر مراقبہ کر کے جب اس شخص سے پوچھا تو اس نے جواب دیا۔ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ میری بخشش صرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ادب کی وجہ سے ہوئی.......... اور سارا واقعہ سنا دیا۔

ذکر خیر میں ہے کہ ایک ہندوستانی شخص جس کی مادری زبان اردو تھی حضرت خواجہ محبوب عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھا تھا۔ دوران گفتگو اس نے کہا کہ پنجاب کی زبان بڑی خراب ہے۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور اس کی سخت سرزش کی اور فرمایا تو نہیں جانتا کہ ہمارے شیخ سائیں توکل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پنجابی تھے اور ان کی زبان پنجابی تھی تو ہمارے شیخ کی زبان کی توہین کرتا ہے چنانچہ وہ بہت نادم ہوا اور معافی مانگی۔

حضرت شیخ احمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے شیخ سے اس قدر والہانہ عقیدت تھی کہ ان کی جوتیاں اٹھا کر سر پر رکھتے آنکھوں سے لگاتے اور فرط عقیدت سے روتے رہتے پیر خانے پر خاکروبوں کی کمی نہ تھی لیکن اس کے باوجود وہاں قیام کے دوران شیخ کے ذاتی بیت الخلاء (لٹرین) کی صفائی خود اپنے ہاتھ سے کیا کرتے اور اسے اپنے لیے باعث صد افتخار سمجھتے تھے۔

''فتاوی افریقہ'' میں امام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک فرمان ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سہل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

یعنی جو مرید اپنے شیخ کی بات پر ''کیوں'' کہے گا وہ کبھی فلاح نہ پائے گا۔

عوارف المعارف میں ہے کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا'' میں ایک

رات اوراد پڑھ رہا تھا اور اپنے پاؤں محراب کی طرف دراز کئے ہوئے تھا اس وقت میں نے غیب سے آواز سنی "اے سری! کیا اس طرح تم بادشاہوں کے سامنے بیٹھتے ہو"؟ یہ سن کر میں نے اپنے پاؤں کھینچ لیے اور کہا "اے اللہ مجھے تیری ذات کی قسم! میں اب کبھی بھی پاؤں دراز نہیں کروں گا۔"

آپ کے مرید حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس کے بعد ان کی ساٹھ سال تک یہ حالت رہی کہ انہوں نے روز و شب کبھی پاؤں دراز نہیں کیے......

شیخ عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ "ہمیں بہت زیادہ علم کی بجائے تھوڑے ادب کی زیادہ ضرورت ہے......شیخ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ" جس نے اپنا وقت ادب میں نہیں گزارا اس کا وقت اس کے لیے قابل نفرت ہے۔"

خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ خاندان قادریہ فاضلیہ کے مورث اعلی الشیخ محمد فضل الدین بٹالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گیارہ سال تک متواتر اپنے شیخ کا کھانا لے کر جاتے رہے، ایک رات شدید آندھی اور بارش عین اسی وقت آ گئی جس وقت وہ گھر سے نکلا کرتے تھے موسم کی خرابی پر تردد ہونے لگا تو والدہ نے کہا۔ "بیٹا! آج ناغہ نہ کرنا آج جاؤ گے تو گیارہ سال کی محنت کا پھل مل جائے گا۔" اس روز گھر گجریلا پکا تھا۔ والدہ نے ٹوکرے میں ڈال دیا اسی کیفیت کے ساتھ چلتے رہے۔ پانی کے قطروں سے دیگچے کے نچلے حصے کی سیاہی ڈھل کر سر اور چہرے پر پڑتی رہی اسی حالت کے ساتھ پیرومرشد کے دروازے پر جا پہنچے۔ انہوں نے دیکھا تو فرمایا "محمد فضل! دیگچہ یہاں رکھو اور تمہارے لیے وہاں طاقچے میں ایک چیز رکھی ہے اٹھا لاؤ" دیکھا تو گنا تھا فرمایا" اسے چوس لو جتنی گرہیں گنے کی ہیں اتنی پشت تک تمہاری اولاد میں کاملین ہوں گے۔

اقتباسات از مکتوباتِ امام ربانی، مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :

’’پیر ایسا (ہونا) چاہیے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو اور سیر الیٰ اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیاء باللہ کو انجام تک پہنچایا ہو اور اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے اور مرادوں کی تربیت سے تربیت یافتہ ہے، تو اس کا وجود سرخ گندھک (کیمیا) کی طرف ہے۔ اس کی کلام دوا اور اس کی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے زندہ ہوتے ہیں اور مرجھائی ہوئی جانیں اس کے لطیف التفات سے تازہ ہوتی ہیں اور اگر اس قسم کا صاحب دولت نہ ملے تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے، وہ بھی ناقصوں کی تربیت کر سکتا ہے اور فنا و بقا کی دولت تک پہنچا سکتا ہے۔ اور اگر خدا جل شانہ کی عنایت سے کسی طالب کو اس طرح کا پیر کامل مل جائے تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت سمجھے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اُس کے حوالہ کر دے۔ اور اپنی سعادت کو اُس کی رضا مندی میں جانے اور اپنی بدبختی کو اُس کی ناراضگی میں سمجھے۔ حاصل کلام یہ کہ اپنی نفسانی خواہشات کو اُس کی رضا کے تابع کر دے۔ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والتسلیمات میں ہے کہ ’’تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی خواہش اُس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں‘‘ اور جان لے کہ آداب صحبت کی رعایت اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ فائدہ اٹھانے اور فائدہ پہنچانے کا راستہ کھل جائے ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا، بعض ضروری آداب و شرائط بیان کیے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سننے چاہیے۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کی توجہ تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف کر لے اور پیر کی خدمت میں، اُس کی اجازت کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو اور اُس کے حضور

میں اُس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اُسی کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھا رہے۔حتیٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے، ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اُس کے حضور میں نماز فرض وسنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔کسی بادشاہ کی نسبت نقل کرتے ہیں کہ اُس کا وزیر اُس کے سامنے کھڑا تھا۔اتفاقاً وزیر کی نظر اپنے کپڑوں پر پڑی اور وہ اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا۔اسی حال میں بادشاہ کی نظر اُس وزیر پر پڑی اور دیکھا کہ غیر کی طرف متوجہ ہے۔لہذا جھڑک کر فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو اور میرے سامنے جامہ کے بند کی طرف توجہ کرے۔تو سوچنا چاہیے کہ جب حقیر دنیا کے وسائل کے لیے اتنے چھوٹے آداب ضروری ہیں تو وصول الیٰ اللہ کے وسائل کے لیے ان آداب کی رعایت نہایت ہی کامل طور پر ضروری ہوگی۔ اور جہاں تک ہو سکے مرید ایسی جگہ کھڑا نہ ہو کہ اُس کا سایہ پیر کے کپڑے یا پیر کے سایہ پر پڑے۔اور پیر کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اُس کے وضو کی جگہ میں وضو نہ کرے۔اور اُس کے برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اُس کے سامنے پانی نہ پیئے اور کھانا نہ کھائے اور کسی کے ساتھ بات نہ کرے۔بلکہ کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔اور پیر کی غیر حاضری میں جس طرف کہ وہ ہو اُس طرف پاؤں دراز نہ کرے۔اور تھوک بھی اُس طرف نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اُسے درست سمجھے خواہ ظاہر میں درست معلوم نہ ہو۔پیر جو کچھ کرتا ہے، الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے۔اس صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں، اگر بعض صورتوں میں اُس کے الہام میں خطا واقع ہو جائے تو یہ الہامی خطا مثل خطائے اجتہادی ہے۔اس پر ملامت واعتراض کرنا جائز نہیں اور نیز چونکہ مرید کو پیر سے محبت پیدا ہو جاتی ہے، محبّ کی نظر میں محبوب سے جو کچھ صادر ہوتا ہے، محبوب ہی معلوم ہوتا ہے۔پس اعتراض کی گنجائش نہیں اور چھوٹے بڑے ہر طرح کے امور کھانے پینے اور سونے اور طاعت کرنے میں پیر کی پیروی کرے۔پیر کی طرز پر ہی نماز کو ادا کرنا چاہیے۔اور

فقہ کو اُس کے عمل سے سیکھنا چاہیے۔

اور پیر کی حرکات وسکنات میں کسی اعتراض کو دخل نہ دے۔خواہ وہ اعتراض رائی کے دانے کی مقدار ہو۔کیونکہ اعتراض کا نتیجہ سوائے محرومی کے کچھ نہیں ہے اور تمام مخلوقات میں سب سے بدبخت وہ شخص ہے جو اُس بزرگ کے عیب تلاش کرنے والا ہے،حق تعالیٰ ہم کو اس بڑی بلا سے نجات دے اور اپنے پیر سے خوارق وکرامات طلب نہ کرے۔اگرچہ وہ طلب،خطرات اور وسواس کے طریق پر ہو۔کیا تو نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے کسی پیغمبر سے معجزہ طلب کیا ہو۔کفار و منکر ہی معجزے کے طالب ہوا کرتے ہیں۔اگر دل میں شبہ پیدا ہوتو بغیر توقف کے عرض کرے۔اگر حل نہ ہو تو اپنا قصور سمجھے اور کوئی عیب پیر کی طرف عائد نہ کرے اور جو واقعہ پیش آئے،پیر سے پوشیدہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اُسی سے دریافت کرے۔اور اپنے کشف پر ہرگز اعتماد نہ کرے۔کیونکہ اس دنیا میں حق و باطل اور صواب وخطا ملے جلے ہیں اور بغیر ضرورت و بغیر اجازت پیر سے جدا نہ ہو۔کیونکہ غیر کو اس پر اختیار کرنا ارادت کے خلاف ہے اور اپنی آواز کو اُس کی آواز پر بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اُس سے بات نہ کرے،کیونکہ یہ بے ادبی ہے اور جو فیوض وفتوحات حاصل ہوں،اُن کو پیر ہی سے تصور کرے۔غرض الطریق کلہ ادب" مثل مشہور ہے،کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا۔اور اگر مرید آداب میں سے بعض کی رعایت میں اپنے آپ کو قصوروار جانے اور اُسے کما حقہ ادا نہ کرسکے اور کوشش سے بھی اُسے پورا نہ کر سکے تو معاف ہے لیکن کوتاہی کا اقرار ضروری ہے۔اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنے آپ کو قصوروار بھی نہ جانے تو ان بزرگوں کی برکتوں سے محروم ہے۔

(پیر کی) خوارق وکرامات مریدوں کو جذب کرنے کے لیے نہیں ہیں،(بلکہ) مرید روحانی اور باطنی مناسبت سے کھنچے چلے آتے ہیں اور جو شخص ان بزرگواروں سے نسبت نہیں رکھتا

،وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہتا ہے،اگر چہ ہزار ہا معجزے اور خوارق وکرامات دیکھے، ابوجہل اور ابولہب کا حال اس بات کا شاہد ہے۔حق تعالیٰ کفار کے متعلق فرماتا ہے۔''خواہ یہ لوگ کتنے ہی آیات ومعجزات دیکھیں،ان پر ایمان نہیں لائیں گے،حتیٰ کہ وہ تیرے پاس آتے ہیں تو جھگڑتے ہیں اور کافرلوگ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔''

﴿بحوالہ مکتوبات شریف،جلداول،مکتوب شریف نمبر 292﴾

=>> درج بالا اقوال،ملفوظات اور واقعات سے اخذ کر کے چند آداب شیخ لکھے جاتے ہیں تا کہ انہیں پڑھ کر اپنے پیر کے ادب احترام کا سلیقہ آ جائے۔

☆شیخ کامل رسول اللہ ﷺ کا نائب ہے اس لیے اس کے حضور ویسے ہی آداب ملحوظ رہیں جیسا کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کا ادب کیا کرتے تھے۔نیز شیخ کی محبت اللہ تعالی کی محبت اور اس کے محبوب ﷺ کی محبت کی طرح فرض ہے۔

☆اگر سہواً کوئی بات خلاف ادب ہو جائے تو فوراً شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اپنی کوتاہی کا اقرار کر کے خلوص دل سے توبہ کرے ورنہ فیضان کا دروازہ بند ہو جائے گا۔اور ذکر وفکر کی لذت ختم ہو جائے گی۔

☆مرید اپنی تمام توجہات کا مرکز شیخ کو بنائے اور یہ اعتقاد رکھے کہ میرا شیخ ہمہ صفت موصوف ہے اور کوئی دوسرا ایسا کامل نہیں۔اور یقین کرے کہ ایک خدا ایک رسول ایک قرآن ایک قبلہ اور ایک شیخ ہے۔

جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتو سلام کہے با ادب مصافحہ کرے۔اپنی جوتیاں سامنے نہ اتارے۔اور نہ رکھے۔جہاں خالی جگہ دیکھے بیٹھ جائے۔

☆اٹھتے بیٹھتے شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے۔شیخ سے بے تکلف نہ ہو۔بار بار اس کے

چہرے پر نظر نہ ڈالے اپنی آواز شیخ کی آواز سے بلند نہ کرے۔اس وقت تک بات نہ کرے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ شیخ اس کی بات سننے کے لیے تیار ہیں۔اور بات مختصر کرے۔آنکھیں ملا کر بات نہ کرے۔

☆اتنی دیر جم کر نہ بیٹھے کہ شیخ پر گراں گزرے شیخ کی مجلس میں بلا اجازت نہ کچھ کھائے نہ کچھ پیئے۔ بلا اجازت شیخ کی اشیاء کو استعمال نہ کرے۔اگر کوئی چیز لینی ہو تو اٹھ کر لے۔اور اگر کچھ پیش کرنا ہو تو ادب سے پیش کرے۔شیخ کے اٹھنے سے پہلے اٹھے اور جب وہ بیٹھیں تو بعد میں بیٹھے۔ساتھ چلتے وقت پیچھے پیچھے چلے۔شیخ کے آگے نہ بڑھے نہ ہی اس کی محفل میں دوسروں سے گفتگو میں مشغول ہو۔

☆شیخ جب کھا پی رہے ہوں تو ان کی طرف نظر نہ کرے نہ ان کے ساتھ کھائے۔ ہاں ان کا بچا ہوا کھانا (تبرک) یا پانی کھا پی لے تو موجب صد برکات ہوتا ہے۔

☆شیخ کی خدمت میں اگر کچھ پیش کرنا ہو تو جو میسر آئے بے تکلف پیش کرے نہ احسان جتائے اور نہ کسی سے اس کا ذکر کرے۔اور نہ ہی اس خدمت کے عوض کوئی دینوی امید رکھے۔کیونکہ شیخ خدا فروش نہیں ہوتا۔کہ مال و متاع سے کچھ دے۔ بلکہ یہ شیخ کا عظیم احسان جانے کہ اس نے اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیا اور رد نہیں کیا۔

☆اپنے شیخ کی ہیبت دل میں پختہ طور پر جما لے۔اور شیخ کی شفقت و مہربانی پر مغرور نہ ہو۔ورنہ بامراد نہ ہوگا۔غیر حاضری کے وقت جدھر شیخ کو سمجھے ادھر پاؤں نہ پھیلائے اور نہ تھوکے۔اپنے شیخ کا نام عمدہ اور اچھے القاب سے لے۔کبھی ایسی بات منہ سے نہ نکالے جس میں بے ادبی کا شائبہ بھی ہو۔شیخ کی نسبت والی چیزوں بلکہ جگہ و مقام اور مسکن کا نام بھی عزت و احترام سے لے۔

☆ شیخ کے مقابلہ میں اپنے حسب ونسب پر فخر نہ کرے شیخ کے حضور اس طرح خالی الذہن ہو کر بیٹھے کہ اپنی خوبیوں کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ اگر شیخ کے روبرو کوئی مسئلہ زیر بحث ہو، اور مرید اس کا جواب دینے کا ملکہ رکھتا ہو۔ تب بھی خاموش رہے۔ اور شیخ کے کلام کو دل سے لگا کر سنے شیخ کی کسی بات کو حاضری یا غیر حاضری میں دلیل سے بھی رد نہ کرے۔ بلکہ خاموش رہے۔ اور اگر کوئی بات کر بیٹھے تو فوراً توبہ کر لے۔

☆ شیخ کے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن سمجھے۔ اور اپنے متعلقین کو بھی شیخ کا مؤدب بنائے۔ اور خود شیخ کے رشتہ داروں کا ادب کرے۔ اگر کسی مرید کو شیخ زیادہ چاہتے ہوں تو حسد کرنے کی بجائے اس کا احترام کرے۔

☆ شیخ کے ہر حکم کو بلا چون و چرا بجالائے اگر شیخ کا کوئی قول و عمل مرید کو اپنی کم فہمی کی وجہ سے خلاف شرع نظر آئے تو اعتراض نہ کرے بلکہ حکمت کے ظہور کا انتظار کرے ورنہ مرید نفاق میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جائیگا۔

☆ شیخ کی موجودگی میں کسی کام پر دلیری نہ کرے۔ اگر کوئی ضرورت مند (سائل) آجائے تو شیخ کی مہربانی کا انتظار کرے۔ ورنہ اجازت لے کر خود اس کی حاجت پوری کر دے۔

☆ شیخ کی اجازت کے بغیر سفر نہ کرے اور نہ کسی دوسرے کی طرف رجوع کرے۔ خواہ وہ غوث، قطب، ابدال ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں اگر شیخ کی اجازت سے کسی اور کی طرف رجوع کیا اور فیض حاصل ہوا تو اس فیض کو اپنے شیخ کا فیض جانے اور اگر ویسے ہی کسی دوسرے شخص کی طرف سے فیض نظر آنے لگے تو شیخ کا اس سے ذکر کرے اور ہوشیار رہے کہ کہیں ابلیسی دھوکا نہ ہو کیونکہ اتباعِ شیخ، طریقت کا جزو اعظم ہے۔

☆ کسی صورت میں بھی شیخ سے کشف و کرامات کا خواہاں نہ ہو کیونکہ کسی مومن نے

کبھی کسی پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا۔ ہمیشہ کفار اور منکر ہی معجزہ طلب کرتے تھے۔ ہاں اگر کوئی شبہ پیدا ہو تو شیخ کی خدمت میں مؤدب ہو کر عرض کرے۔

☆ اگر شیخ کا سلسلہ جاری ہے دوسروں کو فیض مل رہا ہے تو ہر گز دوسرے شیخ کی طرف رجوع نہ کرے۔ بلکہ اسے اپنی کم ہمتی اور کم استعدادی خیال کرے۔

☆ اگر شیخ غصہ یا رنج کے آثار ظاہر کریں یا چشم پوشی کریں تو الگ نہ ہو جائے بلکہ ناراضگی کی وجہ معلوم کرے اور شیخ کی خدمت میں اپنی تقصیر کے عذر کے ساتھ ساتھ معافی کا خواہاں ہو۔

☆ اگر محفل میں کسی نعت خواں یا مقرر کے کلام سے شوق کا غلبہ ہو جائے تو اس کو چھپائے اور کلام کو دہرانے کی خواہش نہ کرے اور نہ فرمائشی کلام سننے کے لیے کہے بلکہ یہ تمام باتیں شیخ کے حوالے کر دے۔

☆ مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ کا احترام ماں باپ سے بھی زیادہ کرے۔ جب شیخ کی بارگاہ میں حاضری دے کر واپس آئے تو الٹے پاؤں لوٹے شیخ کے آتے جاتے وقت ایسے کھڑا ہو کہ تعظیم سے بڑھ کر عاجزی کا اظہار ہو۔ شیخ کی خدمت میں آتے جاتے وقت تعظیم کو ملحوظ خاطر رکھے۔ اور یہ یقین جانے کہ مجھے جو کچھ حاصل ہو رہا ہے وہ شیخ کے طفیل مل رہا ہے۔

☆ اگر شیخ وصال فرما گئے ہوں تو فاتحہ، صدقہ، تلاوت قرآن مجید کی ایصال ثواب کے ذریعے بدستور روحانی تعلق قائم رکھے۔ شیخ کی موجودگی اور بظاہر عدم موجودگی میں یکساں ادب ملحوظ رکھے۔ حصول فیض میں شیخ اور اس کی قبر پر جا کر باقاعدہ فیض حاصل کرتا رہے۔

☆ مزار شیخ پر حاضر ہو کر اپنے بدن میں روح کی طرح تصور کرے اور ایسے رہے جیسے

نو آموز طالب ہے۔اور کچھ نہیں جانتا۔ جب شیخ کے مزار پر حاضری کو جائے تو نزدیک پہنچ کر نہ زیادہ تیز چلے اور نہ آہستہ بلکہ درمیانی رفتار سے چلے۔ فاتحہ پڑھتے وقت منہ شیخ کی طرف ہو اور وہی آداب ملحوظ رکھے جن کا شیخ کی ظاہری زندگی میں رکھتا تھا۔ کیونکہ شیخ سامنے جلوہ فرما ہیں۔اور اس کی ہر بات یہاں تک کہ قلبی واردات کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اگر کوئی حرج نہ ہو تو مزار کو بوسہ دے۔اور رخسار کو ملے اور واپس جاتے وقت کم از کم تین قدم الٹے پاؤں چلے۔

☆مزار شریف پر حاضری کے بعد یہ آستانہ ہی عقیدت و محبت کا مرکز محور ہونا چاہیے۔ وگرنہ گستاخی اور بے ادبی پر محمول ہو سکتا ہے۔اس لیے سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

☆ہر مرید کو اپنے شیخ کے سالانہ عرس پاک کی تقریب میں شرکت کرنا لازمی ہے۔ چاہے اسے دشوار گزار راستوں پر چل کر ہی کیوں نہ آنا پڑے۔ علاوہ ازیں سال کے دوسرے ایام میں بھی جہاں تک ممکن ہو شیخ کی یاد میں محافل کا انعقاد کرتا اور کرواتا رہے۔

☆ شیخ کے ارشادات کے مطابق کام کرے۔ جب وہ کام کرے گا تو پیر کے دل سے خود بخود اس کی کامیابی کے لیے دعا نکلے گی۔ مرید اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے سے اصلاح کی توقع نہ رکھے۔ کسی دوسرے بزرگ کو اپنے شیخ سے برتر نہ سمجھے۔

☆جس قدر شیخ سے محبت ہو گی اس قدر روحانی درجات بلند ہونگے اور دنیا کی نعمتوں میں اضافہ ہو گا۔

☆جو درود، وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے اور تمام وظیفے چھوڑ دے خواہ اس نے اپنے طرف سے پڑھنا شروع کیا ہو یا کسی دوسرے نے بتایا ہو۔

☆مرشد کی موجودگی میں سوائے فرض وسنت کے نماز نفل اور کوئی وظیفہ بغیر اس کی اجازت کے نہ پڑھے۔

☆مرید ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جہاں اس کا پیر کے کپڑے یا سائے پر سایہ پڑے۔ پیر کے کپڑے پر پاؤں نہ رکھے۔

☆اس کی طہارت یا وضو کی جگہ طہارت یا وضو نہ کرے مرشد کے برتنوں کو استعمال نہ کرے اس کے سامنے کھانا پینا اور سونا خلاف ادب ہے۔

☆جو کچھ مرشد کہے یا کرے اس پر اعتراض نہ کرے۔اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے۔

☆بلا ضرورت اور بلا اجازت مرشد سے علیحدہ نہ ہو۔

☆اگر کوئی شبہ دل میں ہو تو فوراً عرض کرے۔اور اگر کوئی شبہ حل نہ ہو تو اپنے فہم کا نقص سمجھے۔اگر مرشد کوئی جواب نہ دے تو سمجھے میں اس جواب کے لائق نہ تھا۔

☆خواب میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے۔

☆پیر کی مجلس میں بیٹھ کر اس کے چہرے کی طرف محبت سے دیکھنا ہی سب سے بڑی نفلی عبادت ہے۔

☆پیر کی طرف اپنی پشت نہ کرے۔اس کی قیام گاہ کی طرف پاؤں نہ کرے۔اس کے سامنے دیوار وغیرہ کے ساتھ ٹیک لگا کر نہ بیٹھے۔

☆مرید خود کو پیر سے افضل تصور نہ کرے۔

☆پیر کے حکم کو دل وجاں سے تسلیم کرے۔شکوک اور بحث ومباحثہ میں نہ الجھے۔

☆طریقت کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اگر مرید اپنے شیخ سے دور کسی مقام پر رہتا ہے تو بھی سال میں کم از کم چار بار ملاقات ضرور کرنی چاہیے۔

بزرگوں کا عرس

بزرگان دین اور اولیائے کرام کی یاد منانے اور ان کے پیغام کو عام کرنے کے لیے جو مجالس و محافل منعقد کی جاتی ہیں۔ ان کو ''عرس'' کہا جاتا ہے۔ ''عرس'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی شادی، خوشی اور مسرت و شادمانی کے ہیں۔ اس لیے عربی زبان میں دولہا کو عریس اور دلہن کو عروس کہا جاتا ہے۔ اولیاء اللہ کی تاریخ وصال کو عرس کہنے کی اہل بصیرت نے کئی وجوہات بیان کی ہیں۔

اولاً عرس کے معنی شادی اور خوشی کے ہیں۔ ہر مسلمان کے لیے عموماً اور اولیاء اللہ کے لیے خصوصاً دنیا ایک قید خانہ ہے۔ اور موت کا دن ان حضرات کے دینوی مصائب و آلام سے آزاد ہو کر دوسری زندگی میں محبوب سے ملنے کا ہے۔ اس لیے اس دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہتے ہیں۔

ثانیاً مشکوۃ شریف میں ہے کہ جب قبر میں نکیرین صاحب قبر کا امتحان لیتے ہیں اور وہ اس میں کامیابی حاصل کرتا ہے۔ رب کریم فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس لیے تم اس کے لیے جنتی بستر بچھاؤ اسے جنتی لباس پہناؤ اور اس کی قبر میں جنت کی طرف دروازہ کھول دو چنانچہ قبر میں جنت کی ہوا اور خوشبو آنے لگتی۔ قبر حد نظر تک کھلی اور فراخ کر دی جاتی ہے۔

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتے صاحب قبر سے یہ بھی کہتے کہ اب تو اس عروس (دلہن) کی طرح سو جا جس کو اس کے محبوب کے سوا کوئی اور نہیں اٹھا سکتا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔''

چونکہ اولیاء اللہ اس دن بزبان ملائکہ عروس (دلہن) بنائے جاتے ہیں۔ اس مناسبت

سے اہل اللہ کی تاریخ وصال کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے۔

ثالثاً قبر کی رات پیارے محبوب ﷺ کے حسین و جمیل رخ زیبا کو دیکھنے کی رات ہے۔آپ ﷺ کے جمال جاں فزاء کے مشاہدہ سے قبر کی وحشت و گھبراہٹ کے عقدے کھل جاتے ہیں۔اور آپ کی زیارت و ملاقات کے دلکش نور سے فراق کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔کائنات میں دیدار مصطفی ﷺ سے بڑھ کر بھلا اور کون سی نعمت ہے جس کے حصول پر خوشی حاصل ہو۔

لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمن عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے

☆ملاقات کی رات:

قبر کی رات حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی رات ہے۔ چونکہ آپ کائنات کے دولہا ہیں۔اور دولہا سے ملاقات والی رات کا کوئی دوسری رات مقابلہ نہیں کر سکتی۔
بقول حضرت مولانا آسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
قبر کی رات ہے اُس گل سے ملاقات کی رات

قبر میں جان کائنات ﷺ کے دیدار کی بشارت دی تاکہ مشاقان دید امید زیارت کی خوشی میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کریں۔اور آپ کے ظاہری حسن کو بھی مشاہدہ کی آنکھ سے دیکھیں۔اس لیے اس اس نعمت کے حصول تمنا و حسرت کے لیے اشک حسرت بہاتے ہیں۔اور موت کی آرزو کرتے ہیں۔

سن لیا ہے میری قبر میں آئیں گے حضور ﷺ
اس لیے مرگ کے بہانے کی ہے حسرت مجھ کو

ہجر و فراق کی بھٹی میں جلنے والے تو اپنی تمام زندگی صرف اور صرف اسی ایک حسرت وامید پر گزار دیتے ہیں کہ جلوہ محبوب کی ایک جھلک ہی حاصل ہو جائے۔ اور وہ آپ کی صورت پاکیزہ اور حسن لافانی پر سب کچھ قربان کرتے ہوئے قدموں میں گر کر اپنی مضطرب اور بے چین روح کو سکون دے سکے۔ اور وہ یہ آرزو کرتے ہیں۔

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پر گروں
اور فرشتے گر اٹھائیں تو میں ان سے یوں کہوں
ان کے پائے ناز سے اب اے فرشتے کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دل ربا کے واسطے

ایک محبّ کے شوق وارفتگی کا عالم اس وقت دیکھنے کے قابل ہوتا ہے جب وہ ہجر وفراق کی آگ میں جلنے کے بعد محبوب کی زیارت اور قرب خاص سے نوازا جاتا ہے۔ اس وقت اس کے نصیب عرش کے تاروں سے بھی زیادہ چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ ان حسین لمحات میں مقام معراج پر متمکن نظر آتا ہے۔ منزل قرب میں جب وہ بے پردہ جمال محبوب سامنے پاتا ہے تو دل میں ایک تمنا مچلنے لگتی ہے کہ

جو قبر میں ان کو اپنی پاؤں پکڑ کے دامن مچل ہی جاؤں
جو دل میں رہ کے چھپے تھے مجھ سے وہ آج جلوہ دکھا رہے ہیں

جب عشاق کی قبریں بدرالدجی ﷺ کے رخ زیبا کے اجالا سے منور ہو جاتی ہیں۔ انور کی بارش سے خاک کے ذروں پر کہکشاں کا گماں گزرتا ہے۔ سنگریزے لعل و جواہر سے

زیادہ چمکدار نظر آتے ہیں۔اور جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا حجاب سامنے آتا ہے تو پھر عشاق چہرہ محبوب ہی دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔اور پلکیں جھپکنے کا عمل بھول جاتے ہیں ان کے دلوں میں یہ خواہش جنم لیتی ہے کہ کریم کے اس کرم کو دنیا میں رہنے والوں کو بھی بتایا جائے۔اور واپس جا کر ان میں اعلان کیا جائے کہ:

عشق سرکار کی اک شمع جلا لو دل میں
بعد مرنے کے لحد میں بھی اجالا ہو گا

جب دنیا میں اہل ایمان کو اس بات کا یقین کامل ہو جاتا ہے کہ بعد از مرگ قبر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کو نوازنے اور اپنے دیدار پر انوار سے بہرہ ور فرمانے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔تو یہ بات ان کے دلوں کی روحانی گداز اور امن وراحت کا پیغام دیتی ہے۔ان کے دلوں کی دھڑکنوں کو تیز تر بنا دیتی ہے۔اور وہ بارگاہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دست تمنا دراز کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ۔

اندھیری قبر میں مجھ کو اکیلا چھوڑ جائیں گے
وہاں ہو فضل تیرے سے اجالا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چونکہ غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن وصال محبوب کے مزے لوٹتے ہیں اور اپنی عروسی نیندوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اس لیے اس دن کو ''یوم العروس'' یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے۔

ماثبت بالسنۃ میں شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس دن اولیائے کرام بارگاہ محبوب میں پہنچتے ہیں اس دن تمام دنوں سے زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید ہے۔اس لیے مشائخ عظام خاص ان دنوں مزارات پر اجتماعی صورت میں حاضر ہو کر اور

اوراد وظائف، صدقات وخیرات اور تلاوت کرتے ہیں اور صاحب مزار سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان کی خصوصی توجہ کے ساتھ روحانی ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ اور باطن میں عرفان حقیقت کا دروازہ کھلتا ہے۔

☆زیارت قبور کے لیے تاریخ اور دن کا تعین:

قبروں کی زیارت کے لیے تاریخ اور دن کا مقرر کرنا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جو متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی یونہی کرتے تھے۔

شامی میں ابن ابی شیبہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

تفسیر در منشور میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور ان کو سلام کہتے اور خلفاء راشدین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

زبدۃ النصائح میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ صالحین کی قبروں سے برکت اور تلاوت وصدقات سے ان کی مدد کرنا باجماع علماء اچھا ہے۔ عرس کا دن اس لیے کہ ان کی یاد دلاتا ہے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ایک عقیدت مند کو لکھتے ہیں کہ ”پیروں کا عرس پیروں کے طریقے کے ساتھ جاری رکھیں۔“

فیصلہ ہفت مسئلہ میں ”رشید گنگوہی“ اور ”اشرف علی تھانوی“ کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ علمائے مدینہ منورہ، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا عرس کرتے رہے جن کا مزار احد پہاڑ کے دامن میں ہے۔

اہل اللہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اپنے مزارات میں نہ صرف حاضرین وزائرین کے کلام کو سنتے ہیں بلکہ ان کی روحیں وصال کے بعد آزاد ہو جاتی ہیں۔اوران سے حیات ظاہری سے بھی زیادہ تصرفات صادر ہونے لگتے ہیں۔وہ جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ صاحب ایمان کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی قید خانے سے آزاد کر دیا گیا ہو اور وہ زمین میں آزادی سے گھومتا پھرتا ہے۔کیونکہ روح کو موت نہیں۔

فرشتہ موت کا چھوتا ہے جب بدن تیرا
تیری حیات کے مرکز سے دور رہتا ہے

اور علامہ اقبال نے اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے

موت کو سمجھے ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اولیاء اللہ انتقال کرتے ہیں تو وہ اپنے بدنی علائق کو منقطع کر کے ملائکہ کے ساتھ مل جاتے ہیں اور جس طرح فرشتے آدمیوں کے دلوں میں نیک باتوں کا القا کرتے ہیں یہ لوگ بھی کرتے ہیں۔کبھی یہ پاک روحیں کفار سے جہاد کے وقت مسلمانوں کی امداد کرتی ہیں۔اور کبھی بنی آدم سے اس لیے قریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضہ خیر فرمائیں۔

مشکوۃ شریف میں ہے کہ ابتدائے اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو

زیارت قبور سے منع کر دیا تھا لیکن جب اسلام کو تقویت ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا اب ضرور زیارت کیا کرو۔"

مندرجہ بالا احادیث اور مشائخ علماء کے عمل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ والوں کا یوم وصال ان کے لیے دلہن بننے کا وقت ہوتا ہے۔ اس لیے اس دن کو عرس کا دن کہتے ہیں اور عرس کے جائز اور مستحسن ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے۔

عرس ایک خالص دینی وروحانی اجتماع کا نام ہے جس کا مقصد صرف اور صرف انسان کی روحانی ترقی ہوتا ہے۔ چونکہ انسانی جسم وروح دو چیزوں کا مرکب ہے۔ اور جسم کی نشو ونما اور بناؤ سنگھار کے لیے تو ہر انسان دن رات کوشاں رہتا ہے۔ جبکہ روح جو اس جسمانی گاڑی کو چلاتی ہے اس کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ اگر مناسب وقفے کے بعد گاڑی کو اوور ہال نہ کروایا جائے تو وہ خطروں کا باعث بن جاتی ہے۔ بعینہ انسان کی روح کو گاہے بگاہے پاکیزہ اور مضبوط بنانے کا انتظام نہ کیا جائے تو انسان درندہ بن جاتا ہے۔

عرس ایک ورکشاپ کا کام کرتا ہے جہاں انسانی گاڑی کے انجن یعنی روح کی میل کچیل اتار کر اسے صاف شفاف بنانے اور اجلا بنانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ عرس کوئی تفریحی میلہ نہیں۔ اور نہ ہی یہاں حاضر ہونے کا مقصد بازاروں کی سیر کرنا یا خرید وفروخت میں وقت صرف کرنا ہے بلکہ عرس ذکر وتعلیم اور تلقین کی پاکیزہ محفل کا نام ہے۔ اور پوری یکسوئی سے اولیائے کرام کے اصل مشن پر غور کرنا ہے جنہوں نے انتہائی تکالیف اور صعوبتیں برداشت کر کے لق ودق صحراؤں تک اللہ تعالی اور اس کے محبوب ﷺ کا پیغام پہنچایا اور مخلوق خدا کو ایمان کی دولت سے مالا مال کیا۔ اب ہماری محبت اور عقیدت کا امتحان ہے کہ ہم ان مقدس تعلیمات پر عمل

پیرا ہوں۔ اور پرہیز کریں جن کے خلاف ان نفوس قدسیہ نے جہاد کیا۔عرس کی اس اہمیت وافادیت سے وہ لوگ بھی انکارنہیں کرسکتے جن کے فتووں کی توپوں کے دہانے اعراس کی مقدس محافل پراعتراضات کے گولوں کی بوچھاڑ کرتے رہتے ہیں۔

مقاصد عرس

عرس کا اصل مقصد بندگان خدا کا تعلق مالک حقیقی سے جوڑنا اور لوگوں کے دلوں میں پیارے محبوب ﷺ کی سچی محبت اوراس کے اظہار کا جذبہ بیدار کرنا ہوتا ہے۔

صحیح عرس تو اہل محبت وعقیدت کا ایک روح پرور اجتماع ہوتا ہے۔ جہاں سے علم وہدایت اور معرفت وعرفان کے چشمے پھوٹتے ہیں۔اور مختلف قسم کے اعمال اذکار اور عبادات کے طریقے نہایت نظم کے ساتھ مرتب کئے جاتے ہیں۔جس سے طالب اپنے ذوق کی تسکین حاصل کرتا ہے۔

عرس ایک ریفرشر کورس ہوتا ہے جس سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے۔روح کی لطافت میں اضافہ ہوتا ہے۔ روح کی پرواز کی رفتار بڑھتی ہے۔عرس میں شریک ہونے والے نہ صرف خود اپنے دلوں کو معرفت کے نور سے منور کرتے ہیں بلکہ واپس جا کر اپنے گھروں، محلوں اور آبادیوں میں پیارے محبوب ﷺ کی محبت کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ایسے عرس نہ صرف مبارک بلکہ اس پرفتن دور میں بڑی غنیمت ہیں اور دین کی سربلندی کا ذریعہ اور ’’وتواصو باالحق‘‘ کا اہم وسیلہ ہیں۔جس کو وساطت سے ایک زمانہ اکتساب نور وہدایت کرتا ہے۔

محفل عرس کی فضیلت

مشکوۃ شریف میں حدیث پاک ہے کہ ’’اِن (اہل اللہ) کی مجلس میں

بیٹھنے والا کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ سیر کرنے والے فرشتے پیدا کر رکھے ہیں۔ وہ ذکر الٰہی کی محفلوں کو ڈھونڈتے رہتے ہیں جب وہ ایسی محفل کو تلاش کر لیتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو آواز دیتے ہیں۔ ''اپنے مقصد کی طرف آؤ'' وہ اس محفل کو آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ (محفل کے اختتام پر وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں) اس وقت اللہ تعالی جو دانائے راز ہے۔ فرشتوں سے پوچھتا ہے:

''تم نے میرے بندے کو کس حال میں چھوڑا''

فرشتے عرض کرتے ہیں۔ ''ہم نے تیرے بندوں کو تیری حمد وثناء اور تسبیح بیان کرتے ہوئے چھوڑا۔''

اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ ''کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟''

فرشتے عرض کرتے ہیں۔ ''نہیں'' فرمایا ''اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا کریں؟

فرشتے عرض کرتے ہیں۔ ''باری تعالی وہ تیری اور زیادہ تسبیح اور صفت وثناء بیان کریں۔''

اس کے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ''وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟'' فرشتے کہتے ہیں۔ ''وہ آپ سے جنت طلب کرتے ہیں۔'' اس پر اللہ تعالی پوچھتا ہے۔ ''کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟'' فرشتے کہتے ہیں۔ ''نہیں'' فرمایا اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟'' فرشتے کہتے ہیں ''اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کی طلب اور تمنا اور بڑھ جاتی۔ اللہ تعالی فرماتا ہے'' وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟'' فرشتے کہتے ہیں'' وہ دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں'' اس پر رب کریم پھر

دریافت فرماتا ہے"کیا انہوں نے دوزخ دیکھی ہے؟" فرشتے اس کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے"اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیا کرتے؟" فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو وہ اس سے اور زیادہ پناہ مانگتے اور اس سے بھاگتے۔" اس تمام گفتگو کے بعد اللہ تعالی اعلان فرماتا ہے"میں تمہیں گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔" اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں۔"باری تعالی ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جس کا ان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بلکہ وہ کسی ذاتی مقصد کے لیے وہاں آیا تھا اس کا ارادہ بالکل نہ تھا بلکہ دنیاوی ضرورت اسے اس محفل میں لے آئی۔" اس کے جواب میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔"یہ ان کے پاس بیٹھا تھا لہذا میں نے اسے بھی بخش دیا کیونکہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدنصیب و نامراد نہیں رہتا۔"

پیر جلال دین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے:

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاء
چوں شوی دور از حضور اولیاء
در حقیقت گشتہ دور از خدا
یک زمانہ از صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

"جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالی کا ہم نشین یعنی مقرب بن جائے اسے چاہیے کہ وہ اولیاء اللہ کے حضور میں بیٹھ جائے۔ فرمایا جب تو اولیاء اللہ سے دور ہو گیا تو یقین کر لے کہ تو اللہ سے دور ہو گیا۔ اولیاء اللہ کے حضور اگر کوئی لمحہ میسر آ جائے تو وہ لمحہ سو سال کی بے ریا عبادت سے افضل مقام رکھتا ہے۔"

آدابِ حاضری

عرس کی مقدس تقریبات میں شمولیت کرنے والے ہر شخص کو اپنی اصلاح و تربیت کی غرض سے گھر سے روانہ ہونا چاہئے۔اور عرس کو اپنی روحانی تربیت کا ذریعہ سمجھنا چاہیے۔اور ہمہ وقت اس بات کی کوشش اور فکر کرنی چاہیے کہ عرس اس کے انداز فکر و عمل کی تبدیلی کا ذریعہ بنے۔ جس کے نتیجے میں وہ سچا اور باعمل انسان بن جائے۔اور عرس سے واپسی کے بعد اس کی عبادات ،تجارت اور معاشرت ایسی ہو کہ اسے اسلامی کہا جاسکے۔

عرس کے موقع پر ہر مرید کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے اور واپس جا کر اسے حساب لگانا چاہیے کہ اس کا سفر کس حد تک پورا ہوا ہے اور اس نے آنے جانے کو ہی تو سب کچھ نہیں سمجھ لیا۔

1- کوئی بھی عمل ہو نیت کو اس میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔نیت اچھی ہوگی تو کام بھی اچھا ہوگا اور اگر نیت میں خرابی ہوگی تو اچھے سے اچھا عمل بھی برا بن جائے گا۔

2- پاکیزگی: آداب عرس میں سے ایک ادب طہارت یعنی پاکیزگی ہے۔نہ صرف عرس کے دوران بلکہ مرید کا معمول بن جائے کہ ہمیشہ باوضو رہے۔وضو مومن کا ہتھیار ہے۔ جب انسانی اعضاء اس کی حفاظت میں ہوں تو شیطان کے اثرات سے محفوظ رہیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آٹھ برس کا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''اے میرے فرزند اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمیشہ طہارت سے رہو کیونکہ اگر کوئی وضو کی حالت میں مر جائے تو اسے شہادت کا رتبہ حاصل ہوگا۔''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم فرماتے ہیں۔''جب سے مسلمان ہوا ہوں ہر وقت

باوضو رہتا ہوں'' قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اہل قبا کی تعریف میں فرمایا ''وہ لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاکیزہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

پاکیزگی کی صفت انسان کے اندر موجود ہے اور ہر انسان طہارت کو پسند کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے''پاکیزگی نصف ایمان ہے۔''

مرید کو چاہیے کہ تمبا کو نوشی سے اجتناب کرے۔ زبان کو فحش گوئی اور غیبت جیسی چیزوں سے آلودہ کرنے کی بجائے ذکر سے تر رکھے۔ اور بارگاہ شیخ کی اس عاجزی کو محض تفریح یا پکنک نہ سمجھے۔ یہ نہ ہو کہ ادھر عرس کی مقدس تقریبات میں شرکت کا اعلان کیا جا رہا ہو اور مرید دکانوں پر بیٹھا چائے کے بہانے خوش گپیوں میں مصروف ہو۔

یہ بات ہمیشہ قلب وذہن میں نقش کر لینی چاہیے کہ شیخ کی بارگاہ میں حاضری اللہ تعالی کی خوشنودی کا سبب ہے۔

☆عرس سے واپسی:

وہ لوگ جنہیں اپنے شیخ کامل سے قلبی لگاؤ اور سچا تعلق ہوتا ہے ان کے لیے تو بارگاہ شیخ سے واپسی کا تصور ہی نا قابل برداشت ہوتا ہے۔ اور یہ خیال کہ ہم اب مخزن انوار و برکات اور منبع سکینت وطمانیت سے الوداع ہونے والے ہیں، دل پر برق بن کر گرتا ہے۔ اور مرید صادق کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ کاش زندگی کے آخری لمحات تک اس بارگاہ سے جدا نہ ہو۔ افسوس کہ یہ حسین وقت تیزی سے گزر گیا۔ وصال کے سکون بخش لمحے کتنی جلدی سے بیت گئے۔ اور حاضری کے مقدس دن پلک جھپکنے میں ختم ہو گئے۔ مرید صادق اپنے شیخ کی بارگاہ سے پلکوں پر عقیدت و محبت کے چراغ جلا کر رخصت ہوتا ہے۔ اس تمنا کے ساتھ کہ خدا معلوم مجھے حاضری کا دوبارہ شرف ہو۔

اور وہ اپنی آنکھوں میں آستانہ شیخ کی تصویر اور تصور شیخ کو اس طرح محفوظ کر لیتا ہے کہ ؎

جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

عرس میں شرکت کرنے والے ہر مرید کو واپسی پر درج ذیل باتوں کا جائزہ لینا چاہیے۔

☆۔ جس مقصد کے لیے عرس پاک کی مقدس تقریب میں شرکت کی وہ کہاں تک حاصل ہوا؟

☆۔ بارگاہ شیخ سے جو کام سپرد ہوا سے احسن طریقے سے سرانجام دیا؟

☆۔ آپ کو جو حکم ملا اس پر فوراً عمل پیرا ہوئے؟

☆۔ کیا آپ نے لنگر کی تقسیم کے وقت صبر اور نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا؟

اگر عرس پاک میں شمولیت کے بعد بھی معمولات زندگی میں انقلاب نہیں آیا، کاروبار دنیا میں حقوق العباد کو خلوص نیت سے پورا کرنے کی ترتیب نہیں ہوئی۔ حقوق اللہ کی طرف پورا پورا رحجان نہیں ہوا اور اپنے فرائض منصبی کو دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ ادا کرنے کا ولولہ پیدا نہیں ہوا تو یقین جانئے کہ عرس پاک میں شمولیت سے جو وقت اور پیسہ خرچ ہوا وہ ضائع ہو گیا اور عرس پاک سے جو فیوض و برکات حاصل ہونے چاہیے تھیں ان سے محروم رہ گئے۔ اور جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس چلے گئے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اپنے شیخ کے مشن میں تن من دھن کی بازی لگا دی جاتی۔ کیونکہ اپنی زندگی کو شیخ کی خواہش کے برعکس، شیطان کے مطابق گزارنا، محبت نہیں منافقت ہے۔ مثلاً شیخ نماز باجماعت کا حکم دے اور اس کی پرواہ نہ کرنا۔ شیخ چغلی، غیبت، اور دیگر برائیوں سے منع کرے مگر اس سے نہ رکنا شیخ حلال روزی کمانے کا ہدایت کرے مگر اپنی آمدنی بڑھانے کے لیے حلال

وحرام کی تمیز نہ کرنا اور محبت کا دعوی کرنا یہ بھی بے ادبی ہے۔ یہ بات ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ شیخ کے آداب بجا لانے والے، دین و دنیا میں محروم نہیں رہ سکتے۔ تقوی، عشقِ رسول ﷺ اور دین کی پاسبانی انہیں لوگوں کا مقدر بنتی ہے جو اپنے شیخ کے وفادار اور مؤدب ہوتے ہیں۔

ایک ضروری بات

ایک نہایت ہی اہم بات جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ ہر مرید کو چاہیے کہ وہ سال کے 365 دنوں میں سے صرف تین چار دن اپنے شیخ کامل کی خاطر وقف کر دے۔ اوران دنوں میں عرس و میلاد یا دیگر محافل مقدسہ کے نورانی اور دل افروز پروگراموں میں پوری دلچسپی، دلجمعی سے فرض جان کر شرکت کریں اور اپنے دینوی معاملات اور ذاتی سرگرمیاں کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھیں۔

یہ تین چار دن صرف اور صرف تزکیہ نفس، غور و فکر اور روحانی تربیت کے لیے مخصوص ہوں اور دیگر ہر طرح کی مصروفیات کی خیر باد کہہ دیں۔ گلیوں میں کھڑے ہو کر یا دکانوں پر بیٹھ کر اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ نماز با جماعت ادا کریں اور کوشش کریں کہ اپنے بڑے بچوں کو ہمراہ لائیں۔ تا کہ ان کا بھی پیر خانے سے تعلق مضبوط ہو اور انہیں یہاں حاضری کے آداب سکھائیں۔ علاوہ ازیں گھروں میں بچوں کو روزانہ وقت دیں۔ جس میں انہیں اپنے شیخ کامل کی مبارک زندگی کے حالات و واقعات اور کرامات کا ذکر سناتے رہیں کیونکہ بچپن میں جو بات ذہن پر نقش ہو جائے وہ زندگی بھر نہیں بھولتی۔ اس عمل سے نہ صرف بچوں کے دلوں میں شیخ کی محبت و عقیدت پیدا ہو گی بلکہ وہ بچے اپنے والدین کے لیے بھی مؤدب بن

جائیں گے۔ آج کل اکثر لوگ اپنی اولاد کا رونا روتے ہیں کہ ہم نے ان کے لیے زندگی کی ہر نعمت حسب استطاعت مہیا کی۔ اور اپنی تمام خوشیوں کو اولاد کی خوشیوں پر قربان کرتے رہے۔ اب وہی اولاد بڑی ہو کر ہمارا ادب واحترام نہیں کرتی۔

ایسے لوگوں کے لیے یہ نسخہ تیز بہدف ہے اور آزما کر دیکھ لیں وہ یہ کہ بچپن میں اپنے بچوں کا تعلق پیر خانے سے مضبوط کرائیں ان کی تربیت میں اپنے شیخ کی پیاری پیاری باتوں کو شامل کریں اور روزانہ انہیں مندرجہ ذیل کتب ''معدن کرم، رسالہ ''مجلّہ حضرت کرماں والہ شریف''، ''بیعت کی تشکیل'' اور ''رابطہ شیخ'' وغیرہ میں سے کچھ پڑھ کر سناتے رہا کریں۔ اس نسخہ پر عمل کر کے دیکھیں بڑے ہو کر وہی بچے آپ کے قدموں میں جنت تلاش کریں گے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

طریقت کے تمام راستے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منتہی ہوتے ہیں۔ فیوض وبرکات کا اصل منبع حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے۔ فیضان نبوت سے سیراب ہونے والی عظیم ہستیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرچشمہ فیضان سرمدی تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کوئی چیز ایسی اللہ تعالی نے میرے سینے میں نہیں ڈالی کہ جس کو میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں نہ ڈال دیا ہو۔''

فیضان نبوت کا یہ سلسلہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالی علیہ تک پہنچا۔ آپ کی توجہ کا یہ عالم تھا کہ جس شخص پر نگاہ پڑھ جاتی اس کے لوح دل پر نقش ''اللہ'' ثبت ہو جاتا اور ذکر حق جاری ہو جاتا۔ یہیں سے اس نسبت لطیف کو

سلسلہ ''نقش بندیہ'' کا عرف عام مل گیا حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے سلسلے نقشبندیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''ہمارے طریقہ میں تھوڑے سے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں۔ مگر اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رعایت بدرجہ کمال رکھنا اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا لازم ہے۔'' اور فرماتے ہیں کہ ''ہمارا طریقہ سب سے ملے جلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت نشینی میں شہرت ہے شہرت میں آفت ہے۔''

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند

کہ برنداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ : نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلہ کو حرم تک پہنچادیتے ہیں۔ ﴿حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

''حدیث قدسی میں آیا ہے اپنے نفس سے دشمنی رکھ کہ یہ میری دشمنی پر کھڑا ہے'' تو طریق مشائخ میں سے ہر وہ طریقہ جس میں احکام شرعیہ کی زیادہ رعایت ہوگی اللہ تعالٰی کی طرف قریب ترین راستہ ہوگا کیونکہ اس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اور سن لو وہ ہے ''طریقہ نقشبندیہ'' یہی وجہ ہے کہ ہمارے سردار قبلہ اجل شیخ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرمایا کرتے تھے ''میں نے اللہ تعالٰی کی طرف سب طریقوں میں سے قریب ترین راستہ پایا ہے کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے۔ ﴿مکتوب 9﴾

سلسلہ نقشبندیہ کا یہ فیضان حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ذریعے عام ہوا۔

آپ نے اور دیگر خواجگان نقشبندیہ نے نسبت نقشبندیہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

میرا ﴿حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا﴾ خیال ہے کہ

حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام جو ولایت کی اکملیت کے لیے مقرر ہیں، ان کو یہ نسبت عالیہ نقشبندیہ حاصل ہوگی اور اس سلسلہ عالیہ کی تتمیم و تکمیل فرمائیں گے کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت سے نیچے ہے۔

﴿مکتوبات شریف، جلد اول، مکتوب نمبر 251﴾

حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''اخبارالاخیار'' میں، حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں چند اشخاص بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک مینڈک پھدکتا ہوا، اُس مجلس کے نزدیک آیا، یہ دیکھ کر ایک دانا شخص اس مجلس سے بھاگ کھڑا ہوا، اُس کو بھاگتا دیکھ کر لوگ (اس کی بزدلی) پر ہنسے اور اس سے دریافت کیا کہ تم اِس مینڈک سے کیوں ڈرتے ہو؟ اُس دانا نے جواب دیا کہ میں مینڈک سے نہیں ڈرتا، بلکہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اس کے پیچھے کوئی سانپ آرہا ہو۔ (یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ) اسی طرح اگر کوئی درویش کمزور ہو اور اس کا سلسلہ مضبوط ہو تو اُس سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ اس کو رنجیدہ کرنے سے اُس کے سلسلہ کے تمام مشائخ کبیدہ خاطر اور رنجیدہ دل ہو جائیں گے۔

جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم سرمایہ افتخار مجدد دوراں قطب زماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے حامل مرشد کامل پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم ترجمان ہیں۔ آسمان طریقت پر آپ کا نام آفتاب عالم تاب بن کر چمک رہا ہے۔ آپ

نے جب اپنے پیرومرشد کے ارشاد کے مطابق متلاشیان حق کو راہ ہدایت کی دعوت دینا شروع کی اور نسبت نقشبندیہ کو پھیلانا شروع کیا تو آپ جس شخص کو ذکر کی تلقین فرماتے اور اوراد و وظائف پڑھنے کے لیے بتلاتے تو اس کا اثر فوری اس شخص پر ظاہر ہوتا اور اس کی دنیا ہی بدل جاتی۔ آپ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں کے احوال کی درستی کی جانب متوجہ رہتے۔ سنت کی پیروی میں سر پر ٹوپی، پگڑی اور پوری داڑھی رکھنے کی تلقین فرماتے۔ آپ فرماتے ظاہر کو درست کرنا خود اِن کا کام ہے اور باطن کو درست کرنا اللہ تعالی کے اختیار میں ہے۔

حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کاملین میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا صرف شریعت اسلام ہے۔ آپ نماز روزہ کی پابندی اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ عورتوں سے سخت ترین پردہ فرماتے۔ بچوں، حیوانوں اور پرندوں سے محبت اور پیار سے پیش آتے۔ ہر چیز حتی کہ جوتا، لوٹا، درانتی اور جھاڑو وغیرہ قبلہ رخ رکھتے۔ دست بوسی یا پاؤں کو چھونا سخت ناپسند فرماتے۔

حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تادم آخر حضرت کرماں والہ شریف جی ٹی روڈ اوکاڑہ قیام پذیر رہے۔ سکھوں کا یہ گاؤں پکا چک آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے حضرت کرماں والہ شریف بن گیا۔ اور رشد و ہدایت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ اور تشنگان جام وحدت اپنی پیاس بجھانے لگے۔ آپ کا وصال مبارک 27 رمضان المبارک 1385 ہجری بمطابق 20 جنوری 1966ء کو ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالی نے آپ کے دو صاحبزادگان پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خلق خدا کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ اور اُن کے وصال کے بعد اللہ تعالی نے اپنی حکمت کاملہ سے دو نئی روشن شمعوں پیر سید صمصام علی شاہ بخاری اور پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری کو اپنے عظیم

المرتبت دادا پاک اور نانا پاک کے مشن اور تعلیمات کو عام کررنے کے لیے بندو بست فرمایا ہے۔دونوں صاجبزادگان نجیب الطرفین سید ہیں۔

دربار عالیہ حضرت کرماں والہ شریف کے سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری نہایت معاملہ فہم، منتظم،صاحب بصیرت اور دریادل ہیں۔آپ کی سیرت وکردار میں آپ کے دادااعلی حضرت صاحب کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صورت وسیرت کی جھلک نظر آتی ہے۔آپ کواللہ تعالی اوراپنے بزرگان سے جوکمالات ظاہری وباطنی عطا ہوئے وہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔

موجودہ حالات میں یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہےاور یہ حقیقت بھی ہے کہ تشنگان جام وحدت اورروشنی کے متلاشی اور بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیےآستانہ عالیہ حضرت کرمانولہ شریف سب سے بڑا رشد وہدایت کا مرکز اور منبع فیوض و برکات ہے۔روحانیت اورسکون کے متلاشی حضرات کے لیے یہ مینارہ نور ہے۔

شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ

پیرومرشد اعلیٰ حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری ، حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یا اللہ کرم کر اپنی عطا کے واسطے رحم کر ہم پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے
بخش دے ساری خطائیں اے مولا کریم حضرت صدیق اکبر باوفا کے واسطے
دولت صبرو رضا دے خو گر تسلیم کر حضرت سلمان فارس بے ریا کے واسطے
کر عنایت مجھ کو سوز و مستی اے خدا حضرت قاسم امام و مقتدا کے واسطے
میرا دل معمور کر صدق و یقیں کے نور سے جعفر صادق امام اولیاء کے واسطے
فضل سے اپنے عطا کر دولت قرب وحضور شیخ کامل بایزید باخدا کے واسطے
ابوالحسن خرقانی شیخ بوعلی صاحب کمال خواجہ یوسف شہ جود و سخا کے واسطے
عبدالخالق غجدوانی عارف و محمود نیز شیخ علی رامیتنی شاہ ہدیٰ کے واسطے
خواجہ بابا سماسی حضرت سید امیر نقشبند ما بہاؤ الدین ضیاء کے واسطے
شیخ علاؤ الدین عطار حقیقت آشنا حضرت یعقوب چرخی باصفا کے واسطے
خواجہ احرار دانائے رموز معرفت اور محمد زاہد حضرت مولانا کے واسطے
شیخ درویش محمد خواجگی امکنگی نیز باقی باللہ عارف راہ ہدیٰ کے واسطے

شیخ سر ہندی مجدد الف ثانی خضر راہ پیر کامل شیخ احمد پیشوا کے واسطے
حضرت قیوم ثانی خواجہ معصوم و سعید حضرت خواجہ حنیفی پارسا کے واسطے
بغض و کینہ سے پاک کر الٰہی سینہ میرا شیخ محمد زکی با خدا کے واسطے
حضرت خواجہ محمد حاجی احمد شاہ حسین اور امام با علی مشکل کشا کے واسطے
حضرت صادق علی بابا امیرالدین ولی ہادیان دیں پناہ حق آشنا کے واسطے
یا الٰہی معرفت اور سوز و مستی کر عطا شیر حق شیر محمد باصفا کے واسطے
کر عطا سب کو الٰہی دو جہاں کی نعمتیں شاہ کرماں والہ شاہ اتقیاء کے واسطے
قطب عالم شیخ کامل چارہ بے چارگاں حضرت اسمٰعیل شاہ غوث الوریٰ کے واسطے
مشکلیں آسان کر دے دین و دنیا کی تمام مرشد کامل حقیقت آشنا کے واسطے
کر کرم کروا کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم کر کرم اے کرماں والے تو خدا کے واسطے
یا الٰہی سب اٹھا لے درد و اندوہ کے بوجھ حضرت کرماں والے پیر و مرشد رہنما کے واسطے

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَاَنۢبِيَآءِهٖ وَرُسُلِهٖ وَحَمَلَةِ عَرۡشِهٖ وَ جَمِيۡعَ اُمَّتِهٖ علٰى سَيِّدِنَا وَمَوۡلَانَا وَشَفِيۡعِنَآ وَحَبِيۡبِنَآ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِهٖ اَصۡحَابِهٖ وَاَزۡوَاجِهٖ وَ اَهۡلِ بَيۡتِهٖ وَعِتۡرَتِهٖ وَعَشِيۡرَتِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ بِرَحۡمَتِكَ يَآ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِيۡنَ ۝

تعلیقات

☆۔ قرآن پاک

☆۔ کشف المحجوب — از حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ

☆۔ غنیۃ الطالبین — از حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ

☆۔ اخبار الاخیار — از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

☆۔ ”تذکرۃ الاولیائے نقشبند“ — از محمد امین شرقپوری

☆۔ بیعت کی تشکیل اور تربیت — از پیر عبداللطیف خاں نقشبندی

☆۔ رابطہ شیخ — از پیر عبدالطیف خاں نقشبندی

☆۔ مثنوی شریف — از مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

5- کلام حضرت محمد بخش — از حضرت محمد بخش علیہ الرحمۃ

3- کلام باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — از حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ

☆۔ خزینۂ معرفت — از صوفی محمد ابراہیم قصوری علیہ الرحمۃ

☆۔ معدنِ کرم — از مولوی محمد اکرام (ایم۔اے)

☆۔ رسالہ ”ضیائے مدینہ“ مجلّہ حضرت کرماں والہ شریف

☆۔ راہِ طریقت (ایڈیشن اول) — از محمد سمیع اللہ نوری

اهوال القبور

مکمل ترجمہ قبر کی ہولناکی

شرح الصدور

مکمل ترجمہ گل پر نظر

مترجم شاہ محمد چشتی

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲، دربار مارکیٹ لاہور
042-7249515/0300-4306876